۷۸۶
یا اللہ
شاہ بھیکھ
یا بھیکھ
یا رسول اللہ
عرفان حق
المعروف
حقیقت کی راہ
حضرت خواجہ
میاں غلام قادر
چشتی صابری
اوچ شریف

یا بھیکھ

شاہ بھیکھ

۷۸۶

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

خبردار! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی غم ہوتا ہے

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۝

ہماری یہ کتاب تم پر بالکل سچ سچ بیان کرتی ہے

"عرفان حق"

المعروف به

"حقیقت کی راہ"

سجادہ نشین خلیفہ صوفی محمد سلیم صابری

0333-6285081

مصنف:۔ حقیر پُر تقصیر خلیفہ صوفی عبدالرشید چشتی صابری

چک نمبر ۲۶۵ ای بی ڈاک خانہ گگو تحصیل بورے والا ضلع وہاڑی

قطب الاقطاب حضرت خواجہ

میاں غلام قادرؒ

چشتی، صابری اوچ شریف

آستانہ چشتیہ صابریہ

چک نمبر 365 ای بی۔ ڈاکخانہ گگو ضلع وہاری

شاندار عرس مبارک

25-26-27 جولائی

خادم الفقراء

خلیفہ صوفی محمد سلیم چشتی صابری

365 ای بی

اگر کوئی اس کتاب سے
فائدہ اٹھائے تو مسکین کیلئے
دُعا مغفرت کرے

مصنف
حضرت خلیفہ صوفی
عبدالرشید
چشتی صابری

صوفی محمد سلیم
صابری

قطب الاقطاب حضرت خواجہ
میاں غلام قادرؒ
چشتی، صابری اوچ شریف

حضرت میاں اصغر علی چشتی، صابری
حضرت میاں شہباز علی چشتی، صابری

حضرت میاں اصغر علی چشتی صابری
سجادگان
حضرت میاں محمد ارشد صابری
حضرت میاں محمد اشرف صابری

حضرت میاں شہباز علی چشتی صابری
سجادگان
حضرت میاں محمود علی صابری
حضرت میاں محمد صابر صابری

آستانہ عالیہ چشتیہ، صابریہ اُوچ شریف
سالانہ عرس مبارک
7-8-9 مارچ اُوچ شریف

فہرست مضامین

انتساب

جس طرح کسی نصب العین کے حصول کے لئے ذوقِ سلیم، رہبرِ کامل اور جہدِ مسلسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح خوشبو سونگھنے کے لئے بھی اعلیٰ دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو صاحبِ اعلیٰ دماغ کا حامل نہیں یعنی جس کا دماغ درست نہیں۔ وہ پھولوں کی خوشبو اور مردار کی بد بو میں ادراک کیسے کر سکتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے خوب کہا ہے ۔

قدر پھُلاں دا بلبل جانے صاف دماغاں والی

قدر پھُلاں دا گرج کی جانے مردے کھاون والی

یہ بھی سچ ہے کہ صحت مند دماغ صرف ایسے صحت مند جسم میں ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا درست دماغ والے انسان کا معدہ ہی غذائے روحانی کو ہضم کر سکتا ہے۔ ورنہ وہ بدہضمی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مطلب کہنے کا صاف ظاہر ہے کہ ہمارے ذوقِ سلیم کی لذّتِ شیرینی سے وہ صاحب ہی محفوظ ہو سکتا ہے۔ جس کا معدہ روحانی غذا کو ہضم کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جس کا دماغ بھی فہم وادارک جیسی صفات کا حامل ہو گا کیونکہ یہ مقامِ عشق ہے اور عشق کے رموز و اشارات وہی سمجھ سکتا ہے جو عاشقِ صادق ہو اور تجلّیاتِ عشق بھی وہی دیکھ سکتا ہے۔ جو صاحبِ کمال ہو گا۔

یہ کتاب حقیقت کے پھولوں کا ایک ایسا گلدستہ ہے۔ جس میں تمام تر پھول معرفت کے ہیں اور اُن کو عشق کی رَسّی سے باندھا گیا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ معرفت کے پھولوں کی خوشبو وہی لے سکتا ہے۔ جو وابتغو الیہ الوسیلۃ کے طویل راستے پر عشق صادق کی رہبری میں چل نکلا ہو۔ اور شمعِ عشق کی روشنی پاتا ہوا وادیٔ عشق میں پرواز کر رہا ہو۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی عشق جیسی لازوال دولت سے مالا مال کرے اور اس عظیم نعمت سے سرفراز کرے۔ آمین۔

دِیباچہ

برادرانِ طریقت و عاشقانِ حقیقت۔ کافی مدت سے اس حقیر پُرتقصیر کے دِل میں اپنے پیرومرشد، مجددِ عصر، امیرِ شریعت، ہادئ راہِ حقیقت اور شہسوارِ طریقت جناب حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ کی ذات بابرکات اور سوانح حیات کے بارے میں ایک کتاب مختصر مگر جامع لکھنے کا خیال تھا۔ میری خداوند کریم کے دربارِ اقدس میں ہمیشہ یہ استدعا ہوتی کہ وہ میرے اس عظیم عزم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ پس ایک دِن میری یہ دعا مستجاب ہوئی اور اپنے پیرومرشد، شیرِ ربانی، شہباز لامکانی، عاشقِ یزدانی حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ چشتی صابری کی طرف سے اشتیاقِ قلب کو پورا کرنے کا حکم صادر ہوا۔ چنانچہ اس حقیر پُرتقصیر نے بموجب امرِ پیرومرشد کے قلم اٹھائی۔ اور اس بارگاہِ ذوالجلال سے امیدوار ہو کر فرمانِ مرشد بجا لانا شروع کیا۔ اب خدا تعالیٰ کے آگے بصد عجز و انکساری سے دعا کرتا ہوں کہ میرے اشتیاقِ بحرِ بیکراں کو پورا کرے۔ اور میں طالبانِ حق و عاشقانِ حقیقت سے التماس کرتا ہوں کہ میری اس مختصر سی کتاب کو اپنی متبرک نگاہوں سے گذاریں۔ اور مجھ حقیر بندہ ناچیز کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

کتاب ہٰذا میں میرے پیرومرشد کے سوانحِ حیات اور شجرہ شریف قلمبند کیا گیا ہے۔ اور دیگر مسائل سپردِ قلم کئے گئے ہیں۔ نیز اُن کے شیخ المشیخ، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین حضرت خواجہ میاں قطب الاقطاب سیدنا جمال حسن شاہؒ چشتیہ، صابریہ، جمالیہ، بھیکیہ، عالیہ کی ذاتِ بابرکات کی کرامات، صبر و تحمل، کریمی اور حلیمی سے متعلق واقعات زیبِ رقم کئے گئے ہیں۔

اس حقیر، بندہ غریب نے اس کتاب کا نام عرفانِ حق اس لئے پسند کیا ہے، کیونکہ میرے پیرومرشد محبوب سبحانی، عاشقِ یزدانی حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ اور اُن کے رہبر کامل میں الفقراء، زبدۃ الحرفاء حضرت خواجہ میاں قطب الاقطاب سیدنا جمال حسن شاہ جو کہ
صابری سلسلے کے روحِ رواں ہیں اور جنہوں نے صابر پیا کے نام کو جگہ جگہ روشن کیا ہے۔ اُن سے حاصل کردہ مسائلِ حقیقت کو مختلف عنوانوں کے تحت سپردِ قلم کیا ہے۔ جو کہ عرفانِ حق سے روشناس کرتے ہیں۔ اور راہِ حقیقت بتاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کا دوسرا نام راہِ حقیقت رکھا ہے۔

زبدۃ العارفین، منہاج المتقین

حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ چشتی صابری

آپ حضور کی پیدائش 1902ء میں ہوئی۔ آپ کا آبائی گاؤں موڑاں ضلع سنگرور ریاست جیند میں واقع ہے۔ والدین نے آپ کا اسمِ گرامی قادر بخش رکھا۔ آپ کے والد کا نام بیرو خاں ہے۔ مگر آپ کے پیشوا نے آپ کا نام میاں غلام قادرؒ پسند فرمایا۔ آپ نے 1930ء میں تلونڈی شریف جو کہ شہر بڈلاڈا کے نزدیک ضلع حسار میں واقع ہے۔ وہاں جا کر رمضان کے بابرکت مہینے میں جا کر اپنے پیرومرشد کے ہاتھ بیعت فرمائی۔ اُن کا اسم گرامی خواجہ محمد جمال حسن شاہؒ ہے۔ اور آپ کے دینی استاد کا نام میاں محمد حیات ہے۔

آپ اس وقت شہر اوچ شریف ضلع بہاولپور میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ قطب اولیاء عین المفقراء سیدنا حاجی محمد جمال حسن شاہؒ کے خلیفہ ہیں جو کہ سیدنا خواجہ محمد اسحاقؒ شاہ کے دستِ بیعت ہیں۔ اِن کا مزار گھڑام شریف میں ہے۔ جو کہ ریاست پٹیالہ ضلع حسار میں ہے۔ اور سیدنا حاجی محمد جمال حسن شاہؒ کا مزار پُر انوار مراداں آباد شریف ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔ جمالیہ گروہ یہیں سے چلتا ہے۔ اور آپ میراں سید بیکھہؒ کی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

عالی مقام شیخ المشیخ حضرت خواجہ میاں قادرؒ ہمارے روشن ضمیر اور زندہ جاوید پیرومرشد ہیں۔ آپ کے بیشمار مرید ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے جگہ جگہ عرس منعقد ہو رہے ہیں۔ چہار سُو آپ کا فیض جاری ہے۔ ہزارہا افراد نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا ہے۔ اور ہزاروں کر رہے ہیں۔ کئی خلیفے ہیں۔ سینکڑوں افرد کو وَابْتَغُوا اِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ کا درس دیا ہے۔ جو اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ چک

نمبر 365/E-B علاقہ گگو ضلع وہاڑی میں کچھ آدمی ہیں اہلِ حدیث فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر جب آپ کی آمد سید ہوئی تو آپ کی ذات اقدس، افعال و کردار اور سیرتِ طیبہ کو دیکھ کر بہت سے آدمی متاثر ہوئے۔ اور انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حلقہ مریدان وسیع ہوتا گیا۔ اور اب ہر ماہ یہاں گیارھویں شریف کا ختم دلایا جاتا ہے سالانہ عرس بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے، ختم خواجگان پڑھا جاتا ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی ایک مقامات پر عرس منائے جاتے ہیں۔

کراماتِ حضور

یوں تو آپ حضور حضرت میاں غلام قادرؒ کی حیاتِ طیبہ کراماتؒ سے بھری پڑی ہے۔ مگر یہاں آپ کے صبر و تحمل، کریمی، حلیمی عفو و درگزر کی چند ایک مثالیں اور واقعات سپردِ قلم کئے جاتے ہیں۔ جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس کس قدر سیر تو کردار کا بے مثال نمونہ ہے اور آپ کی ہستی جاوید کو مریدان اور دیگر لوگ اپنے لئے کرامات اور نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے وجودِ اطہر کو بابرکت تصور کرتے ہیں۔

آپ حضور ایک بار چک نمبر 363/E.B ڈاکخانہ گگو ضلع وہاڑی میں مستری لال دین جو کہ آپ کا مرید تھا اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہاں کا نمبردار شیر محمد قوم ارائیں بڑا نیک اور باوقار شخص ہے۔ اور بزرگان کو ماننے والا ہے۔ اور وہ سلسلۂ قادریہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے باباجی کی دعوت کر دی۔ دعوت کہنے کے وقت آپ حضور کے پاس صرف پانچ آدمی بیٹھے تھے۔ مگر جب پھر نمبردار صاحب آپ کو بلانے آیا۔ تو کچھ اور مرید بھی آپ کے پاس پہنچ چکے تھے اور مریدان کی تعداد تقریباً 20 کے قریب پہنچ چکی تھی۔ نمبردار شیر محمد دعوت کے متعلق عرض کی۔ تو آپ تمام مریدان کو ہمراہ لے کر چل پڑے۔ گھر پہنچے تو نمبردار صاحب کا والد صاحب مریدان کی کثرت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور کہنے لگا کہ اب کیا ہوگا۔ کھانا کم ہے اور کھانے والے زیادہ ہے۔ نمبردار نے اپنے والد سے کہا کہ چپ رہو۔ اس میں بھی کوئی راز پوشیدہ ہے چنانچہ کھانہ لایا گیا۔ اور آپ حضور نے ختم شریف پڑھ کر کہا کہ اس کھانے کو دوسرے کھانے میں ڈال دو۔ اور پھر تقسیم کرو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا تمام حضرات نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور گھر والوں نے بھی وہی لنگر کھایا۔ مگر پھر بھی بچ گیا۔ تو گھر

والے حضرات بہت خوش ہوئے۔ ثابت ہوا کہ بزرگوں کی دعائے خیر سے ہر کام میں برکت پڑ جاتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ چک نمبر 183/E.B ڈاک خانہ گگو ضلع وہاڑی میں ناظر حسین نمبردار قوم جاٹ کے ہاں تشریف لے گئے تھے۔ تقریباً پانچ دِن قیام فرمایا۔ اس چک میں بھی آپ کے بہت سے مریدان ہیں۔ وہاں آپ کی دعوت ایک شخص بشیر احمد ولد محمد علی نامی نے کی۔ جب بوقتِ شام ہمراہ مریدان کے آپ اس کے گھر تشریف لے جا رہے تھے۔ تو راستے میں ایک آدمی جس کا نام ملک انس تھا۔ اس نے آپ کو سلام تو کیا مگر حقارت کی نظر سے دیکھا اور دِل میں کچھ کچھ خیالات لایا۔ جس سے بزرگانِ دین کی تضحیک مراد تھی۔ جب رات کو وہ ملک صاحب بستر پر آرام فرمانے کے لئے لیٹے ہی تھے کہ کوئی بزرگ ہاتھ میں لمبا سا ڈنڈا لے کر نمودار ہوا اور اس کو خوب زدوکوب کیا اور فرمایا، کہ جس صاحب کی تو نے تضحیک کی ہے اس کا بھی کوئی مالک ہے اور مسلسل پیٹتا رہا۔ بالآخر اس بزرگ سے اس نے معافی طلب کی تو وہ فرمانے لگے کہ صبح جا کر اسی بزرگ سے معافی مانگو جس کو تو نے حقارت سے دیکھا تھا چنانچہ علی الصبح ناظر حسین نمبردار کو ساتھ لے کر محمد ولی کے گھر آیا۔ اور اس نے آ کر خود سارا واقعہ بزبان خود بیان کیا اور آپ سے دست بستہ معافی کا طلبگار ہوا۔ آپ حضور باباجی نے فوراً آپ کو معاف کر دیا۔ خدا تعالیٰ ہمیں بزرگانِ حق کے آداب سکھائے۔

اسی طرح آپ سرکار علاقہ ڈھاراں والا چک نمبر 171 نہر مراد منڈی چشتیاں میں تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ہمراہ ایک شخص امام دین بھی تھا۔ آپ کا قیام عباد علی اور محمد سرور کے ہاں تھا۔ آپ کی محبت اور حسنِ اخلاق سے عباد علی اور محمد سرور کے علاوہ اور بھی بہت سے آدمی مرید ہوئے۔ اور اس چک کا نمبردار شرف دین انتہائی سخت طبیعت اور تندخو انسان تھا۔ جب باباجی کے دوسرے لوگ مرید ہوئے تو

اس نمبردار کے بھی سب لڑکے حلقہ مریدان میں داخل ہو گئے کچھ عرصے کے بعد نمبردار نے بھی آپ کی سیرت اور اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد چک کے بہت آدمی مرید ہوئے۔ اور نمبردار نے اپنے لڑکے رحمت علی کو نمبرداری عطا کر دی۔ اور خود مکمل درویشی لائن اختیار کر لی۔ اس کے بعد رحمت علی نمبر کو خلافت عطا ہوئی اب اسی خلیفہ کی سربراہی میں ہی عرس ہوتا ہے۔

ایک دفعہ شہر اوچ شریف میں آپ کے خاص حجرے میں ایک چارپائی پڑی تھی۔ ایک شخص بغیر اجازت کے حجرے میں داخل ہو گیا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ یک لخ اس کی آنکھ لگ گئی۔ تو فوراً اسے بجلی کے کڑکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ شخص اس ہیبت ناک کڑکنے سے خوف زدہ ہوا گھبرا کر اٹھا اور باباجی سے معافی کا طلبگار ہوا۔

پھر ایک بزرگ جن کا اسمِ گرامی میاں شیر محمد جو کہ ضلع ہوشیار پور سے مہاجر ہو کر ضلع ملتان میں بمقام کلواں میں آباد ہوئے ہیں۔ اور آپ منظور علی شاہ انبالہ شریف والے جن کا اب مزار لائل پور میں ہے۔ اُن کے خلیفہ ہیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت اویسیا ہے اور آپ یعنی شیر محمد صاحب خود اوچ شریف تشریف لائے۔ اور حضرت قبلہ پرنور خواجہ میاں غلام قادر سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ اور آپس میں روحانی کلام کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس قدر پراسرار کلام بیان فرمایا کہ میاں شیر محمد نے اپنی زبان مبارک سے اپنے مریدوں کو کہا کہ میرے بعد حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ کو اپنا پیر و مرشد تصور کریں۔ جب آپ وصال کر گئے تو اُن مریدان نے فرمان کے مطابق حضور پرنور خواجہ میاں غلام قادرؒ کے معتقد ہو گئے اور پھر جب آپ ان کی فاتحہ خوانی کے لئے امام دین کی ہمراہی میں وہاں گئے تو راستے میں بستی نواباں ضلع ملتان میں قیام فرمایا، رات کو بعد از نمازِ عشاء آرام فرما رہے تھے کہ کوئی شخص آ کر آپ کا پاپوش مبارک اٹھا کر لے گیا۔ صبح نیند سے بیدار ہوئے تو جوڑا غائب تھا۔ امام دین

نے کہا کہ بزرگوں کا بھی کوئی جوڑا لے گیا ہے۔ لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ مگر آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ کو ایسے منظور ہے تو مجھے بھی یہی منظور ہے۔ آپ صبح کی نماز کیلئے ابھی وضو کر رہی رہے تھے کہ وہی شخص جوڑا واپس لے کر آ گیا۔ اور معذرت مانگنے لگا۔ کہ میرا بچہ اسے اٹھا کر لے گیا تھا۔ اُسے تمام رات بھر تکلیف رہی۔ خدا واسطے معاف کر دیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ کو ہمارا ننگے پاؤں رکھنا منظور ہیں تو ٹھیک ہے چنانچہ واپس جوڑا لے کر آپ نے اپنے پاؤں میں پہن لیا۔

پھر آپ میاں شیر محمد کے گاؤں پہنچے۔ کلواں میں شیر محمد کے مزار پر پہنچ کر فاتحہ خوانی کی۔ گھر آ کر بچوں کو دلاسا دیا اور صبر کی بھی تلقین فرمائی جب حضور وہاں تشریف لے گئے تھے تو سخت گرمی کا موسم تھا۔ خشک سالی تھی لوگوں نے بارش کیلئے دعا کرنے کو کہا۔ آپ نے رحمتِ باراں کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور دُعائے خیر فرمائی۔ تو فی الفور بادل گھٹا بن کر اٹھے۔ اور خوب بارش ہوئی۔ پھر لوگوں نے دوبارہ عرض کیا کہ اب مزید بارش سے خدا تعالیٰ بچائے۔ کیونکہ اب تو مکانات کے گرنے کا بھی اندیشہ ہے پھر آپ نے دُعا فرمائی اور بارش تھم گئی لوگوں میں عام چرچا ہوا کہ اوچ شریف سے بزرگ آئے ہیں۔ جن کے طفیل خدا نے بارش کی رحمت نازل فرمائی ہے۔ چانچہ ثابت ہوا کہ جو کوئی حضور کی صحبت میں آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو جاتا ہے اور اس کی زبان سیف ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک بزرگوں کے قدم بہ قدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح ضلع شیخوپورہ کے نزدیک تقریباً تین میل کے فاصلے پر بمقام کدلٹھی (سکندر آباد) کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں ایک ڈاکٹر صاحب جن کا نام عبدالرؤف قوم راجپوت ہے۔ اس کی بیوی کلثوم بی بی ایک طویل اور سخت قسم کے مرض کی مریضہ تھی۔ بہت سے حکیموں، طبیبوں اور ڈاکٹروں سے علاج معالجہ کے باوجود

مرض میں کمی واقع نہ ہوئی۔ بالآخر ڈاکٹر صاحب بستی چوہڑ کانہ گکڑ گل کے نزدیک گھوڑے شاہ کے دربار پر سائیں فضل دین کے پاس گئے جو کہ اس دربار کا جانشین بھی ہے۔ اس کے پاس جا کر کلامِ الٰہی سے علاج کروایا مگر خاطر خواہ افاقہ نہ ہوا۔ آخر کار ایک رات کلثوم بی بی کے خواب میں ایک بزرگ ہستی کا دیدار نصیب ہوا جس نے کلثوم بی بی کے سر پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا کہ بچی پریشان مت ہو۔ مشکل کشائی کا وقت آ پہنچا ہے۔ گھر سے باہر مت نکلنا۔ تیری سب بیماریاں کٹ جائیں گی۔ جب نیند سے بیدار ہوئی تو دِل کو سکون نصیب ہو چکا تھا اور بیماری میں بھی کمی واقع ہو چکی تھی۔ پھر سائیں فضل دین کو ڈاکٹر صاحب نے سارا خواب بیان فرمایا اور خواب میں زیارت کرانے والی ہستی کا خیالی چہرہ مبارک بھی بیان کیا۔ سائیں فضل دین فوراً سمجھ گئے۔ یہ تو میرے پیرو مرشد ہیں جنہوں نے کلثوم بی بی پر دستِ شفقت رکھا ہے۔ فضل دین نے کہا یہ میرے پیرو مرشد ہیں جن کا قیام اُوچ شریف میں ہے۔ مگر 20 پوہ کو ہونے والے عرس پر گھوڑے شاہ کے دربار پر تشریف لائیں گے۔ وہاں زیارت کر لیں گے مگر اس عرس پر بوجہ آنکھ اپریشن کے باباجی تشریف نہ لا سکے۔ مگر ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر بھی باباجی حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ ہمراہ اپنے خلیفہ کے (مصنف کتاب ہذا) وہاں تشریف لے گئے۔ جب آپ گھر کی طرف جا رہے تھے۔ تو زبان مبارک سے کچھ پڑھ رہے تھے جب آپ گھر تشریف لے گئے تو کلثوم بی بی نے آپ کے نورانی چہرہ اقدس کو دیکھا تو کہنے لگی '' خدا کی قسم میں قربان جاؤں۔ یہ وہی بزرگ ہیں۔ جنہوں نے خواب میں میرے سر پر دستِ شفا رکھا تھا۔ یہ کہہ کر آپ کے قدموں پر گر پڑی۔ آپ حضور نے فرمایا۔ بچی اُٹھو تجھ پر خدا کا کرم ہو گیا ہے تیری تمام مشکلات اور بیماریاں کٹ چکی ہیں آپ کی آمد سعید ہی کلثوم کے لئے شفا ثابت ہوئی اور صحت یابی سے ہمکنار ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب اور کلثوم بی بی دونوں

نے سجدہ شکر ادا کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اب بھی کلثوم بی بی کا کہنا ہے کہ جب بھی بابا جی کو یاد کرتی ہوں۔ اسی رات مجھے ان کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ بزرگوں کی دُعا مریضوں کے لئے باعثِ شفا ہوتی ہے۔

آپ سرکار کے بیشمار اس قسم کے واقعات سے چند ایک سپردِ قلم کئے گئے ہیں۔ آپ سادات کے گھرانے کی خدمت کرنے سے فخر محسوس کرتے ہیں۔ محبان طریقت، عاشقانِ حقیقت، طالبانِ شریعت اور عارفانِ حقیقت و معرفت و دیگر درویشوں سے حسنِ سلوک سے پیش آنا آپ کا اصول ہے اور خدمت کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ بس اخلاق ہی آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے۔

رہبرِ کامل، عین الفقراء، زبدۃ العرفاء، قطب الاقطاب

سیّدنا جمال حسنؒ شاہ صاحب

آپ سراج السالکین، منہاج المتقین سیّدنا حاجی خواجہ محمد اسحاقؒ شاہ صاحب کے دست بیعت ہیں۔ آپ کی ولادتِ باسعادت 1840ء میں ہوئی تھی۔ تمام تر فیضِ روحانی اپنے مذکورہ بالا پیرومرشد سے حاصل کیا۔ آپ کے ہی اِسم گرامی سے جمالیہ گروہ کا آغاز ہوتا ہے۔ لاکھوں فرزندانِ توحید کو آپ نے اپنے فیضِ روحانی کی دولت سے مالا مال کیا۔ آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں جن سے طریقت کی پانچ شاخیں چلتی ہیں اور اُن سے ہزاروں لوگ فیض حاصل کر رہے ہیں۔ آپ میراں سیّد بھیکھؒ کی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ اس دنیائے فانی سے 17 صفر 1372ھ بمطابق 1952ء کو مقامِ جاودانی میں پہنچ گئے۔ آپ کا مزار پُرانوار مرداں آیا شریف ضلع مظفر گڑھ میں واقع ہے۔ وہاں ہر سال آپ کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے۔

''زُہد وتقویٰ''

آپ حضور نے زہد وتقویٰ میں جو مقام حاصل کیا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ زُہد وعبادت اور ریاضت کی اس کڑی منزل کو طے کرنے کی خاطر آپ نے 12 سال جنگل میں گزارے۔ انتہائی طور پر کم کلام کرنا آپ کا شعار تھا، اناج وغیرہ بھی بہت کم کھاتے تھے۔ جب کبھی نفس زور کرتا، تو راکھ وغیرہ یا درختوں کے پتوں سے تسکین دیتے اور ساتھ ہی یہ فرماتے کہ ''اے نفس تجھے اسی طرح ذلیل ورسوا کروں گا۔ یہ دنیا کی لذتوں کا مزہ اسی طرح چکھو۔'' غرضیکہ آپ نے باراں سال تک اپنے نفس کو ہر قسم کی خواہشات سے روکے رکھا۔ اکثر خاموش رہنے کی وجہ سے لوگ بالعموم آپ کو چپ شاہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ عبادت میں انتہائی طور پر استغراق ہوتا ہے۔ ہمہ وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درود شریف کا ہدیہ بھیجتے رہتے۔ جب درود پڑھتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ آپ نے سات سال تک پانی میں بھی کھڑے ہو کر عبادت کی۔ یہ تمام قسم کی عبادات اور ریاضات وغیرہ اپنے پیرومرشد خواجہ محمد اسحاقؒ کے امر سے کرتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی نہایت سادگی میں گزاری۔ جو بھی کوئی آپ کی محفل میں آتا۔ آپ حسنِ اخلاق سے پیش آتے۔ آپ کے حسنِ اخلاق کو دیکھ کر لاکھوں آدمی آپ سے دستِ بیعت ہوئے اور حضور کے کئے خلیفے ہوئے جو کوئی آپ کی خدمت میں آیا۔ اس کو آغوشِ رحمت میں لے کر اس کو فیضِ روحانی سے مالا مال کر دیا۔ آپ کی ہستی جاوید سے بہت سی طریقت کی شاخیں نکلی ہیں۔ آپ حضور کے نام سے جمالیہ گروہ بنا ہے جو کہ میراں سیّد بھیکھؒ سے ملتا ہے۔ اِن کا مزار گھڑام شریف میں واقع ہے۔

میرے پیشوا حضرت میاں غلام قادرؒ بھی آپ سے دست بیعت ہیں آپ

نے حضرت میاں غلام قادرؒ کو اپنا خاص خلیفہ مقرر کیا۔ یہاں سے بھی طریقت کی راہ چلتی ہے۔ جب آپ سات سال تک پانی میں عبادت الٰہی میں مشغول رہے تھے تو اس وقت فضل الٰہی سے ایک ایسی ساعت نصیب ہوئی کہ آپ حضور پُر نور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کچہری میں داخل ہوئے۔ جب غلبہ حال میں وہاں گئے تو دیکھا کہ حضورؐ پاک، امام حسن و حسین، صحابہ کرام و دیگر اہل بیت بھی موجود ہیں تو حضور پاکؐ نے اپنی زبانِ اقدس سے اہل محفل کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''یہ بھی میرے اہل میں سے ہیں جو سیّد جمالؒ شاہ سے تعلق کرے گا۔ اس کی نسبت میرے ساتھ ہو گی'' جب یہ ارشاد فرمایا تو جمال شاہؒ حضور پاکؐ کے قدموں پر گر پڑے۔ حضور پاکؐ نے سر پر دستِ مبارک رکھا۔ یہ حضور کی معراج کی رات تھی۔ خود جمال حسن شاہؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضور پاکؐ کا نقشہ ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہر کسی کو دیدار مصطفیٰؐ عطا فرمائے۔ آمین۔ خواجہ سید جمال حسن شاہؒ جب غلبہ حال سے فارغ ہوئے تو کہنے لگے کہ میں تو اس مقام کے قابل نہ تھا لیکن یہ تو حضور پاکؐ کی ہی نظر عنایت ہے اور پیر و مرشد کا صدقہ ہے۔ آپ حضور عرفان کی منزل کی بلندی تک پہنچ گئے اور آپ نے بیشمار مخلوق کو چشمۂ روحانیت کے پانی سے سیراب کیا۔ ہزاروں لوگوں کو گمراہی سے بچا کر ہدایت کا راستہ دکھایا۔ لاکھوں افراد کو قصرِ گمنامی سے نکال کر رشد و ہدایت کی جلد بخشی، کہ ابد تک ان کا نام روشن رہے گا۔

''اوچ شریف کا آخری سفر''

جب قطب الاقطاب حضرت خواجہ سیّدنا محمد جمال حسن شاہؒ نے اوچ شریف کا آخری سفر کیا تو اس وقت آپ کے ہمراہ آپ کا صاحبزادہ سید غلام قیص شاہ بھی تھا۔ آپ اپنے خلیفہ خاص حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ (اِن کی سکونت اوچ شریف میں ہیں) سے بہت محبت رکھتے تھے۔ آپ اُن سے جدا ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کو اوچ شریف میں قیام فرماتے ہوئے چھ یا سات روز ہو گئے تھے۔ ایک روز آپ کے صاحبزادے نے کہا کہ ابّا جی اب گھر چلو تو آپ نے فرمایا کہ '' حضرت عشق جانے نہیں دیتے۔ میں کیا کروں'' سبحان اللہ آپ نے اپنے مرید حضرت میاں خواجہ غلام قادرؒ کو حضرت عشق کے نام سے پکارا۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ جو کوئی غلام قادر سے محبت کرے گا۔ وہ میرا ہے جو بغض کرے گا وہ میرا نہیں ہے۔ جس نے میاں غلام قادرؒ سے تعلق کیا۔ اُس نے میرے ساتھ تعلق کیا۔ جب آپ کو مسلسل اوچ شریف میں 21 روز ہو گئے تو ایک روز آپ نے کہا '' اے میاں غلام قادرؒ ہمیں اب اجازت دو'' حضور کو میرے پیشوا نے فرمایا کہ اجازت بھی آپ کی ہے اور میں غلام بھی آپ کا ہوں۔ اس کے بعد دونوں بغلگیر ہوئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ الوداع کے وقت اور بھی بہت سے حاضرین موجود تھے وہ بھی سب رو رہے تھے۔ بغلگیر ہوتے ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ''یہ میرا آخری سفر ہے پھر دوبارہ اوچ شریف میں نہیں آؤں گا۔'' تو میاں غلام قادرؒ نے کہا کہ حضور میرا کیا حال ہو گا۔ کس کے پاس رہوں گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ہر وقت آپ کے ساتھ رہوں گا ان شاء اللہ۔ اس کے بعد مراداں آباد پہنچ گئے۔ وہاں چند دِن ہوئے تھے کہ آپ نے

اپنے بیٹے ذاکر حسین کو ساتھ لے کر موضع شکار پور چلے گئے تو وہاں جا کر آپ نے وصال فرمایا۔ ان للہ وانا علیہ راجعون۔ اور سید ذاکر حسین شاہ وہاں امانت کے طور پر آپ کی تجہیز و تکفین کر کے مراداں آباد چلے آئے۔ اور پھر حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ کو اطلاع دی گئی تو آپ اور سیدنا خواجہ محمد جمال حسن شاہؒ کے صاحبزادے ایک ٹیکسی لے کر وہاں گے۔ پہلے پہل تو راجپوت مریدان نے انکار کیا۔ مگر بعد میں حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ کے کہنے پر وہ آپ سرکار کا تابوت مبارک دینے پر رضامند ہو گئے اور آپ نے اس تابوت مبارک کو ایک صندوق میں رکھ کر مراداں آباد شریف میں لے آئے۔ اور اُس جگہ آپ سرکار کے تبرکات دفن کر کے مزار بنایا گیا اور مراداں آباد شریف میں بھی مزار پُر انوار تعمیر کیا گیا۔ اب دونوں جگہ ہی آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

مسائل حقیقت

حدیث مبارکہ:۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ ۰

ترجمہ:۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

حضرات:۔ ذرا غور فرمایئے، سید المرسلین، خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہمیں پتہ چلتا ہے کہ خداوند قدوس کو پہچاننے کے لئے اپنے نفس کو پہچاننے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب تک اپنے نفس کی پہنچان نہ ہو تب تک عرفانِ خداوندی کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔ آج تک یہ نہیں سنا گیا کہ کسی نے اپنے نفس کی پہچان کے بغیر ہی خدا تعالیٰ کو پالیا ہو۔ عرفانِ خداوندی نہ زیادہ علم پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے نہ زیادہ عبادات کرنے سے اور نہ ہی زیادہ وظائف اور چلے وغیرہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے لیکن خیال رہے کہ یہاں لکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ عبادات فضول اور بے معنی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے لیکن ضرور کہوں گا کہ عوام الناس حصولِ بہشت اور حوروں کی طلب کے لئے ایک قسم کی مزدوری کر رہے ہیں اور انِ عبادات کا تعلق عالم ناسوت اور عالم ملکوت سے ہے۔ اُن لوگوں کے دلوں میں ذاتِ خداوندی کو حاصل کرنے کا شوق نہیں اور نہ ہی عرفانِ حق کے طلبگار ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی پہچان کر بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ مذکورہ حدیث کے مطابق تو اللہ تعالیٰ کی پہنچان اس وقت ہی ہوسکتی ہے جب انسان اپنی ذات اور اپنے نفس کو پہچانے۔ لیکن یہ انسان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ بذاتِ خود اپنے آپ کو پہچان کرے۔ بلکہ اُسے اپنی پہچان کرنے کے لئے کامل گُر کی ضرورت ہے۔ گر ہی کامل ہستی ہے جو اسے عرفانِ خداوندی عطا کرتی ہے۔ بغیر گُر کے اپنی اصلیت کو نہیں پا سکتا۔ بلکہ اِدھر اُدھر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مارنے کی طرح بھٹکتا رہتا ہے۔

حکایت :۔ مولانا روم مثنوی شریف میں بیان فرماتے ہیں ۔ کہ ایک دفعہ شیر کا بچہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں چلا گیا۔ اُن کے ساتھ مل گیا۔ اُن کا شیر پیتا رہا۔ اور اُن جیسی خوراک وغیرہ کھانے اور رہنے سہنے کا عادی ہو گیا۔ بڑا ہو کر بالکل بکریوں کی طرح مَیں مَیں کرنے لگا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ بکریوں میں مل کر اپنی اصل ذات کو بھول ہی گیا۔ اچانک ایک دِن اُسے ایک دوسرا شیر مِلا۔ وہ اُسے کہنے لگا کہ تم تو شیر ہو۔ مگر بکری بنے بیٹھے ہو۔ آخر کار اُسے اس کی اصلیت سے آگاہ کرنے کے لئے وہ شیر اُس کو پکڑ کر کنوئیں پر لے گیا۔ اُسے کہا کہ کنوئیں میں جھانکو۔ اس شیر نے جب اپنا عکس (چہرہ) پانی میں دیکھا۔ تو پھر سمجھا کہ واقعی میں بھی شیر ہوں۔

بس اے انسان! تو بھی ایک شیر ہے شیر اسد اللہ اور خلیفتہ اللہ تیرا خطاب ہے مگر تو اپنی اصلیت کو بھول گیا ہے۔ مولوی غلام رسول کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے ۔

تو پرشان دِلاور بے غم بنیاں آپ نتاناں   خودنوں سمجھ شغال کمینہ بیٹھوں چھوڑ ٹکاناں

پس انسان کو اپنے نفس (ذات) کی پہچان کے لئے (عکس) شیشہ کی ضرورت ہے اور شیشہ کامل گُر کے بغیر اپنے نفس کی پہچان نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک انسان نفس کی پہچان نہ کر سکے گا۔ عرفانِ خدا کو حاصل نہیں کر سکتا۔ ہندی زمان میں میراں سیّد بھیکھ" فرماتے ہیں۔

گُر گیاں کا مشعلا کا لک سدا دھو   بھیکھ" کالک تب مٹے جے گُر تقلی گر ہو

ثابت ہوا کہ کامل پیشوا کی ضرورت ہے تا کہ گیانِ حق حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ کا خود قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ آیت یا ایھا الذین امنو اتقو اللّٰہ وابتغو الیہ الوسیلۃ و جاھدو فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ ترجمہ: اے ایمان والو۔ ڈرو اللہ سے۔ اور تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ اور کوشش و محنت کرو اس کی راہ میں، تا کہ تم فلاح پاؤ۔ حضرات اب آیت مبارکہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔ کلمہ امنو کے معنی

ہیں ہیں ایمان لائے۔ کس پر؟ یعنی قرآن و حدیث پر۔ اتقو یہ صیغہ فعل امر ہے جس کے معنی ہیں ڈرو اللہ سے، مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نازل کردہ قران اور حدیث پر ایمان لانے کے بعد خدا سے ڈرو۔ وابتغو الیہ الوسیلتہ تلاش کرو اس کی طرف وسیلہ۔ یعنی ذات خداوندی کو حاصل کرنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔ اس وسیلہ سے مراد پیر و مرشد کی بیعت ہے۔ جاھدو کے معنی کوشش و محنت کے ہیں یعنی جہاد کرنا اپنے نفس کے ساتھ، سبیلہ اس کی راہ۔ اس سے مراد راہِ معرفت ہے۔ لعلکم تفلحون، تا کہ تم فلاح پاؤ، یعنی تجھے نجات حاصل ہو جائے۔ المختصر کہ انسان کو چاہنے کہ کسی کامل پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرے تا کہ معرفتِ الٰہی حاصل ہو جائے۔ پس ذاتِ خداوندی کو پہچاننے کے لئے اپنے آپ کی پہچان ضروری ہے۔ میراں سید بھیکھ" نے ہندی زبان میں فرمایا ہے۔

اپنا آپ تو خوب پہچان   تو ہی صاحب تو ہی سلطان

تو ہی معرفت تو ہی گیان   جیو جانے تو تو آپے ہی جان

مولوی غلام رسول نے یوں فرمایا ہے۔

توں وحدت وچہ دریا وگیں جوہر ہیں اوہ کاری

جیں وچہ کل مطلوب جگت دیاں نوری لیراں جاری

بس اے انسان! تجھے اپنے آپ کو کمینہ اور حقیر تصور نہیں کرنا چاہئے تو وہ ہستی ہے جس کی تمام باقی مخلوق محتاج ہے اور تو ہی تمام علوم کا سر چشمہ ہے ۔ یعنی مقصود کل کائنات ہے، لیکن اس صورت میں جب کہ تجھے اپنے آپ کی پہچان ہو۔ اور یہ وجود جو نظر آ رہا ہے۔ یہ تیرے رہنے کا مقام ہے تیرا مسکن ہے اور تو خود وجود نہیں ہے بلکہ تو عالمِ ازل میں روح اللہ تھا اور جب انسانی ڈھانچہ تیار ہوا تو وہی روح ڈالی گئی تو تجھے خلیفتہ اللہ کا خطاب ملا۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بندہ قبل وجود خود باطن خدا بود   خدا ظاہر بندہ کنت کنزاً مخفی اً گواہ شُد

یعنی بندہ وجود سے پہلے خدا تھا لیکن جب عالم وجود میں ظاہر ہوا تو بندہ کے نام سے موسوم ہوا۔ کنت کنزاً اس کا گواہ ہے۔ اگر انسان خیال کرے اور ذرا سوچے کہ اس کی اپنی اصلیت کیا ہے۔ وہ خود کیا ہے؟ اور کیا تھا؟ تو اسے یہی جواب ملے گا کہ سب سے پہلے نورِ محمدی جلوہ گر تھا۔ پھر شکلِ آدم تیار ہوئی۔ تو روح ڈالی گئی۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: و نفخت فیه من روحی ۔یعنی خدا نے خود اپنی روح ڈالی۔ تو اسے خلیفۃ اللہ کا لقب نصیب ہوا اور فوراً بعد میں فرمایا کہ فقعوله سجدین۔ یعنی سجدہ کرو اس کو کیونکہ اصل میں یہ میرا ہی ہونا ہے۔ مولانا روم کا شعر ہے۔

گر نہ بودی ذاتِ حق اندر وجود   آب وگِل را کہ کند ملکاں سجود

بس اے انسان تجھے یہ سوچنا چاہئے کہ فرشتوں نے تو تیرے اندر ذاتِ حق پہچان کر تجھے سجدہ کر دیا لیکن تو اپنے جسم کو دیکھ کر اپنی اصل کو بھی بھول گیا اور اپنی ذات کی پہچان چھوڑ دی اور کہنے لگا کہ میں جسم ہوں، حالانکہ جسم صرف تیرے رہنے کی جگہ ہے، لیکن تو طرح طرح کے وہمات میں پڑ کر اپنے جسم کو ایک ہستی سمجھنے لگا، جس کا تجھ پر ایک ایسا حجاب پڑ گیا کہ تو اپنی اصلیت کو بھول گیا، حالانکہ تیرا یہ مقام ہے کہ من انا کما کان، یعنی تُو اس وقت بھی ایسا ہے، جیسا پہلے تھا، مگر تیرا وجود عارضی ہے اور خود دائمی ہے، لیکن تجھ پر جو حجاب ہستی ہے، اس نے تجھے گمراہ کر دیا ہے اور یہ حجاب سوائے کامل مرشد کے اُتر نہیں سکتا اور جب تک ہستی کا حجاب تجھ پر رہے گا تو اپنے آپ کی پہچان نہیں کر سکتا اور جب تک اپنے نفس کی پہچان نہیں کر سکتا، عرفانِ خداوندی کا حصول ناممکن ہے۔

مثال: بیان کیا جاتا ہے، کہ کسی پانی کے کنارے پر ایک درخت تھا اس پر ایک گھونسلا تھا۔ جس پر کسی پرندے نے کہیں سے ایک لعل لا کر رکھ دیا۔ تو اس کا عکس پانی میں نظر

آنے لگا۔ عین اس وقت ایک آدمی بھی ادھر آ نکلا۔ تو اس نے جب لعل پانی میں دیکھا تو اسے حاصل کرنے کے لئے فوراً اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی بار بار غوطہ لگایا، مگر اسے حاصل نہ کر سکا۔ پھر اچانک ایک آدمی پانی میں بار بار اُسے غوطہ لگاتے دیکھ کر ادھر آیا اور اِس سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ اس نے بتایا کہ پانی میں وہ لعل پڑا ہے، مگر ہاتھ نہیں آتا۔ اس نے بتایا کہ یہ لعل پانی میں نہیں ہے، بلکہ یہ تو اس درخت والے گھونسلے میں پڑا ہے اور اس کا عکس پانی میں تجھے نظر آ رہا ہے تو پھر اس آدمی نے فوراً وہ لعل حاصل کر لیا۔

بس اسی طرح لعل ہر کسی میں موجود ہے، مگر بغیر رہبر کامل کے انسان اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ میراں سید بھیکھ فرماتے ہیں۔

بھیکھ بھوکا کوئی نہیں ہر کی گٹھڑی لعل   گرہ کھول نئے جاندے اس بدبھئے کنگال

تو ثابت ہوا۔ کہ جب تک انسان وابتغو الیه الوسیلته سے تعلق نہیں کرتا۔ اس وقت تک منعرف نفسه فقد عرف ربه کی حدیث کو سمجھ نہیں سکتا۔ ایک اور جگہ حضور پاکؐ نے فرمایا ہے کہ الرفیق ثم الطریق یعنی بغیر رفیق کے راہِ حقیقت کو پایا نہیں جا سکتا۔ المختصر یہ کہ بغیر کامل پیشوا کے انسان اپنی پہچان آپ نہیں کر سکتا۔ اور جب تک پہچان نہیں ہو سکتی۔ عرفانِ خداوندی کا حاصل ہونا ممکن نہیں لیکن اس کے دوسرے پہلو پر ذرا غور فرمائیے کہ اگر انسان کو نورانی آنکھ عطا ہو جائے تو اُسے ہر وقت دیدارِ الٰہی نصیب ہوتا رہتا ہے۔ مقامِ بقا حاصل کر لیتا ہے کہ المومن حیات فی الدارین۔ یعنی مومن دونوں جہانوں میں زندہ ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کو فنا نہیں۔ بقا حاصل ہوتی ہے لیکن محض اس صورت میں جبکہ انسان کسی کامل گُر کے قدموں میں لگ کر اس کے امر کا پابند ہو۔ مرشد کی نظروں میں منظور و مقبول ہو اور عرفان و گیان حاصل ہو۔ میراں سید بھیکھ فرماتے ہیں۔

سچے گر کا بالکا مرے نہ مارا جائے   ہر مرے تو آپ میرے ہمری مرے بلا

کیونکہ جب انسان اپنے آپ کو مرشد کے حوالے کر دیتا ہے۔ تو پھر اُسے مقامِ بقا نصیب ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے مختصری مثال سمجھئے۔ انسان اپنے لئے مکان تعمیر کرتا ہے اور اس میں رہتا ہے جب تک وہ خود اس میں رہتا ہے وہ مکان برقرار رہتا ہے، لیکن جب وہ اس مکان کو چھوڑ جائے تو عدم حفاظت کے سبب چند یوم میں خستہ و خراب ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہی شخص اپنا وہ مکان یا کوئی دوسری املاک جو اس کے قبضہ میں ہوں۔ گورنمنٹ کے حوالے کر دے تو وہ بالکل قائم و دائم رہیں گی۔ مثلاً شاہی مسجد، شاہی قلعہ وغیرہ جو صدیوں سے پرانے ہونے کے باوجود اب تک ویسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے ابھی تعمیر ہوئی ہے۔ اِسی طرح انسان بھی جب اپنا وجود جو اس کے رہنے کا مقام ہے۔ اُسے فنا کر کے۔ مجاہدہ نفس کرے اور اپنے آپ کو پیرو مرشد کے حوالے کر دے تو وہ بھی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ گو اس جہاں فانی کو داغِ مفارقت دے جاتا ہے لیکن اس کا نام زندہ رہتا ہے۔ گویا اس طرح جیسے کہ زندہ ہستی چل پھر رہی ہے۔ اور پھر وہ دیدار الٰہی کے شرف سے بہرہ ور ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اس بیان کا لُب لباب یہ ہوا۔ کہ انسان کو عرفانِ حق پانے کے لئے اپنے آپ کی پہچان کرنی چاہئے اور اپنی ذات کی پہچان کے لئے کسی کامل گُر کے بغیر کوئی وسیلہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں کی صحبت میں رہنے کی توفیق عطا کرے۔ امین۔

فرمانِ سرکار دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ شریعت حکم اقوال حضرت محمدؐ کا ہے اور طریقت افعال ان کا ہے اور حقیقت احوال ان کا ہے اور معرفت اسرار ان کا ہے چنانچہ حضرت صلعم فرماتے ہیں الشریعة اقوالی والطریقة احوالی والحقیقت احوالی والمعرفة اسراری یعنی شریعت اقوال میرے ہیں اور طریقت افعال میرے اور حقیقت احوال میرے اور معرفت بھید میرے ہیں۔

پس بعضے قول میں یعنی پابندی شریعت میں عمر گزارتے ہیں اور بعضے طریقت کو طے کر کے احوال میں یعنی حقیقت میں کوشش کرتے ہیں اور بعضے کہ نعمة نفخت فيه من روحی سے واقف ہوئے۔ ہر سہ منزل سے گزر کر اس کی اسرار میں یعنی معرفت میں دم مارتے ہیں غلبۂ حال سے سبحانی ما اعظم شانی پڑھتے ہیں، کیونکہ اہل شریعت لا معبود الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے یہ کہتے ہیں۔ اور اہلِ طریقت کا لا مقصود الا اللہ یعنی نہیں ہے کوئی مقصود سوا اللہ کے اس منزل والے ڈھونڈتے ہیں اور اہل حقیقت لا محبوب الا اللہ یعنی نہیں ہے کوئی محبوب سوا اللہ کے اس منزل والے جانتے ہیں اور اہل معرفت لا موجود الا اللہ یعنی نہیں ہے کوئی موجود سوا اللہ کے اس منزل والے دیکھتے ہیں اور یہ چار منزل چار مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ شریعت ناسوت سے۔ طریقت ملکوت سے۔ حقیقت جبروت سے اور معرفت لاہوت سے اور مقامات مذکورہ ربع عناصر سے وابستہ ہیں چنانچہ حضرت قطب المشائق، خواجہ معین الحق والدین چشتیؒ بھی رسالہ وجودیہ میں فرماتے ہیں کہ ناسوت خاک سے مناسبت رکھتا ہے اور ملکویت آب (پانی) سے اور جبروت باد یعنی ہوا سے اور لاہوت نار یعنی آگ سے اور نار نور سے اصل حقیقت نور کی یہی ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے انا من نور الله و الخلق من نوری یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور خلقت میرے نور سے ہے اور قران مجید میں یہی آیا ہے۔ الله نور السموت والارض فاينما تولوا فثم وجه الله یعنی اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا پس جہاں منہ پھیرو تو وہیں ذات اللہ کی ہے جس وقت یہ شناخت حاصل ہوئی اُس وقت مسلمان حقیقی ہوا اور مرتبہ ولایت کو پہنچا۔ جب اس مرتبہ کو پہنچا بے قصد احوال موتوا قبل انت موتو پیدا ہوا پھر اس کے لئے ہمیشہ کی زندگی ہے اللہ تعالیٰ ہر کسی کو یہ مقام نصیب کرے۔ آمین۔

تنبیہ کلامِ حقیقت

اول طالب کو چاہئے کہ شریعت اور لوازمات شریعت ہر کہ منزل اول یہ ہی ہے۔ قائم ہو اور منزل بمنزل معرفت تک کے مقصود اصل پر پہنچے یعنی اول مرتبہ سالک کی راہ شریعت ہے پس چاہئے کہ اوپر شرائط صحت شریعت کی کوشش کرے اور ہمت عالی رکھے تب برکت پیروی شریعت سے ثمرہ علو ہمتی طریقت کا اس کو رونما ہو کر راستہ دل کا ہی اور جو حقوق طریقت کے گزارے اور ہمت عالی رکھے ۔ حق تعالیٰ حجاب آنکھوں کا دل سے اٹھا دے اور معنی حقیقت کے اس کو دکھاوے پس شریعت نگاہ رکھنا معاملات کا ہے طریقت تزکیہ باطن خصائل مذمومہ سے مثلاً پارچہ کو نگاہ رکھنا آلودگی نجاست سے شریعت ہے اور دل کو نگاہ رکھنا کدورت بشریت سے طریقت ہے اور منہ قبلہ کی طرف لانا شریعت ہے اور دل حضرت حق کی طرف لانا طریقت ہے۔ انبیاء علیہ السلام نے امت کو راستہ شریعت کا ہدایت کیا اور خود راستہ طریقت پر چلے۔ اگر کسی کو امت سے ہمت عالی ہو اور ساتھ حقائق کے پہنچے، راستہ طریقت کا اختیار کرے تب درجۂ عوام سے نکل کر وہ خاص میں داخل ہو جاتا ہے کہ تین منزل ہیں شریعت اور طریقت اور حقیقت مجموعہ آدمی بھی تین چیز سے ہے نفس اور دل اور روح ہر تینوں کو ایک ایک راستہ ہے نفس کو ساتھ شریعت کے دل کو ساتھ طریقت کے اور روح کو ساتھ حقیقت کے کوئی چاہئے کہ دروازہ طریقت کا مجھ پر کھلے اور حق حقیقت کا منہ دکھاوے چاہئے کہ حق شریعت کا ادا کرے اور امر نہی کی نگاہ رکھے۔

(رباعی)

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ‏ ‏ ‏ دہ چیز بیروں کن از درونِ سینہ

عرص و امل غضب دروغ و غیبت ‏ ‏ ‏ بُخل و حسد و ریا و کبر و کینہ

خواہی کہ شود بمنزل کرب مقیم ‏ ‏ ‏ نہ چیز بہ نفس خویش فرما تعلیم

مرد فکر قناعت و علم و یقین ‏ ‏ ‏ تفویض و توکل و رضا و تسلیم

یہ مقام پیرو مرشد کی صحبت میں رہ کر حاصل کریں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(جام اول عالمِ ناسوت کے بیان میں)

چاروں مقام کو دوسرے طور سے بھی سمجھنا چاہئے عالم ناسوت اُس عالم کا نام ہے بعض اس کو عالم شہادت عالم ملک اور عالم بیداری کہتے ہیں اور یہ نہایت تنزل یعنی نیچے کا مرتبہ ہے۔ اِسی عالم میں حضرت وجود کو کمال لذات ہے۔ جس دردمند کو حق تعالیٰ کی طلب کا شوق ہو تو چاہئے کہ وہ گوشہ میں جا کر بیٹھے اور اُس فقیر کی صورت جس سے مجازی عشق کا تعلق اور رابطہ ہو تصور کرے کیونکہ عالمِ ناسوت سے نکلنے کے لئے تصور کی بہت ضرورت ہے اِس لئے بذریعہ پیشوائی کے عالمِ ناسوت سے عالم ملکوت میں نہیں جا سکتا یہاں تصورِ مُرشد بہت ضروری ہے اِس لئے تصور کرنے کا طریقہ اختیار کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جام دو عالم ملکوت کے بیان میں

اس عالم کو عالم ارواح عالم غیب عالم لطیف اور عالم خواب بھی بولتے ہیں ہر چند اُس کی صورت میں عالم ناسوت کی مانند ہے لیکن عالم ناسوت فنا ہے اور عالم ملکوت کو کبھی فناء نہیں ہمیشہ باقی رہے گا اور جو عالم مثال اوپر لکھا گیا ہے عالم ملکوت کی کنجی ہے اور عالم صورت کو جو آنکھ بند کر کے دیکھا گیا وہ روح کی صورت مراد ہے بدن نہیں بس ظاہر کہ آدمیوں کی ارواح وہی صورت جو عالم شہادت میں ہے بے بدن موجود ہے اور ہر وقت نظر میں موجود ہو سکتی ہے جو کوئی خواب میں جاوے خواہ آگاہ ہو یا غافل اس کی روح آنکھ اور کان اور زبان اور سارے باقی حواس اور قوئے میں بغیر حواس ظاہری اور بلا وسیلہ قویٰ کے حاضر ہو سکتی ہے بدن لطافت قبول کر کے عالم ملکوت کی سیر کرتا ہے ہر ایک کا دِل لطافت اور آگاہی حاصل کر کے عالم ملکوت میں نیک صورتیں اور لطیف آوازیں خوب دیکھ سُن کر خوش ہوتا ہے اور جس کا دِل کثافت اور غفلت کے نیچے دبا ہے بُری صورتیں اور کریہ آوازیں دیکھتا اور سنتا ہے بیداری میں اس کا بُرا نتیجہ ہے بس جو اشغال کے مذکور ہونگے کوئی یعنی شغل کرے۔ اس کے دل کا زنگ دور ہو کر مثل آئینہ روشن ہوگا اور اولیائے اور انبیاء اور فرشتوں کی صورتیں اُس میں منکس ہونگی اور بغیر خواہش مُرشد اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت دکھائی دے گی اور اُن صورتوں سے زبان دِل اور زبان حال کے ساتھ جیسا سوال کرے گا اس کا جواب سنے گا دل کو یقین زیادہ ہوگا اور مشکل آسان ہوگی اور عالم ملکوت میں تسلی تمام ہوئے گی جو پیغمبر علیہ السلام کی صورت دیکھے یقین کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہی جمال مبارک ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد

ہے من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان یتمثل فی صورتی یعنی جس کسی نے مجھ کو خواب میں دیکھا تحقیق مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نظر نہیں آ سکتا اور یہ ظاہر اور باہر ہے کہ یہ حدیث عالم ملکوت کے باب میں ہے جب انسان کی طبیعت معرفت مہاجرت سے کثافت کی طرف مائل ہوتی ہے تو اس سے لطافت دور ہو جاتی ہے پس عالم ملکوت اِس واسطے ہے کہ لطافت کی راہ دکھائے اور پہنچائے کہ اس کی اصل لطیف ہے بدن کی صحبت سے روح مغلوب ہو کر کثیف ہو گئی اس واسطے کہ اگر بدن کی صحبت روح پر غالب آتی ہے تو روح کا حال میں بدن کی طرف پھر جاتا ہے جو روح کی صحبت بدن پر غالب آئی تو بدن بھی کمال لطیف ہو جاتا ہے چنانچہ آنحضرت علیہ السلام کی روح مبارک بدن پر غالب آتی تو بدن بھی کمال لطیف تھا حتیٰ کہ مکھی نہ بیٹھتی تھی اور سایہ بھی زمین پر نہ پڑتا تھا جیسا کہ ہوا لطیف ہے نہ اس سایہ ہو سکتا ہے اور نہ مکھی کی طاقت اوپر بیٹھنے کی ہے چونکہ روح ہوا سے بھی زیادہ لطیف ہے اس کو کوئی حجاب اور مانع نہیں جبکہ عالم ملکوت سالک پر کھلے تو اس کو لازم ہے کہ سلسلہ قدوسیہ کے بعض اذکار اور اشغال میں سے بھی چند شغل برتے تا کہ دِل کو روشنی اور صفائی حاصل ہو اور آئینہ دل میں جو زنگ بیٹھا ہے وہ دور ہو تو ہر طرف سے جمالِ یار کا مشاہدہ کریگا اور حضرت دل کو عرش الرحمان کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اس جگہ سے ذات کی حقیقت کھلتی ہے اور پریشان شُدہ حواس خمسہ اس کی توجہ سے جمع ہوتے ہیں اور اس عالم ملکوت میں سب شغل اور اذکار وارد وظائف ہوتے ہیں اس کو عالم ملکوت کہتے ہیں اور اس عالم سے ہوتے ہوئے عالم جبروت میں جا سکتا ہے اور عالم ملکوت کی انتہا کو پہنچ کر عالم جبروت کو پاتا ہے تو عالم ملکوت فناء ہو جاتا ہے عالم جبروت بقاء ہو جاتا ہے آگے عالم جبروت کی سیر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جام سوم عالم جبروت کے بیان میں

اس عالم کو عالم احدیت اور عالم جمعیت اور عالم آرام اور عالم تسکین اور عالم بےنفس بھی کہتے ہیں جو بعضوں نے اس عالم کو عالم صفات کہا ہے مگر یہ غلط ہے اِس طلاق لفظ سے بہت شخصوں کو اس عالم کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی کم فہمی سے چھوڑ دیا ہے اسمائے صفات اگر عالم ارواح کے مرتبہ میں ہیں تو داخلِ ملکوت ہیں جو عالم حسن میں ظاہر ہوا داخل ناسوت ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ اسمائے صفات کے عالم کو عالمِ جبروت کہنا درست نہیں اِس عالم کے سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادیؒ کے سوا کسی نے کچھ خبر نہیں دی فرمایا ہے کہ تصوف وہ ہے جو ایک ساعت بیٹھے تو بے شمار ہوئے شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ بے شمار کیا ہے فرمایا ڈھونڈے دیدار کو پانا اور بے دیکھنے کے دیدار میں بندہ غالب ہے یہی عالم جبروت ہے جب سالک اس حالت پر پہنچے گا عالمِ ناسوت اور عالم ملکوت کے خیلات اس پر اثر نہ کریں گے اور اس طرح پر محو ہو جائے گا کہ گویا عین آرام اور جمعیت پر جمعیت ہے عالم ناسوت اور عالم ملکوت میں راز سے آگاہی نہیں پا سکتا۔ بعضے غافلوں پر بھی خود بخود یہ حالت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی جس وقت آرام کرتے ہیں اُن کو کسی قِسم کا خواب نہیں آتا نہ اس عالم کا خیال رہتا ہے جب خواب سے اُٹھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آج تو ہم ایسے چین اور آرام سے سوئے کہ کچھ خبر نہ رہی اور جو اہل دِل اور آگاہ ہیں وہ اپنے اختیار کے ساتھ اس حال میں گزرتے ہیں چنانچہ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب جاگنے میں کوئی ناسوت اور ملکوت کی صورت دل میں نہ گزرے تو عالم جبروت ہے اور غافل اور آگاہ میں یہی فرق ہے کہ غافل خواب میں عالم جبروت میں بے

اختیار ہو جاتا ہے اور آگاہ بااختیار خود خواب اور بیداری میں عالم جبروت میں جا سکتا ہے۔ اور عالم جبروت میں بیٹھنے کا یہ طریقہ ہے کہ تمام اعضاء کو حرکت سے بعض رکھ کر دونوں آنکھوں کو بند کر کے دھانے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر دل کو ناسوتی اور ملکوتی خیالات سے خالی کر کے نہایت آرام اور فراغت مربع بیٹھئے اور نظر میں ظاہری اور باطنی دل پر خیال نہ لاوے تو عالم جبروت میں پہنچ جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دُعائے مغفرت

خادم الفقراء صوفی محمد سلیم صابری

365 ای بی گگو

جام چہارم عالم لاہوت کے بیان میں

اس عالم کو عالم ہویت اور عالم ذات اور عالم بے رنگ اور عالم اطلاق کہتے ہیں اور یہ عالم ناسوت اور ملکوت اور جبروت کو محیط ہے یہ عالم اصل اصل ہے اور عالم فروع اور جسم کی مانند ہیں عالم لاہوت جان ہے سب عالم اس سے نکلتے ہیں۔ اور اس میں مِل جاتے ہیں یہ خود ہمیشہ ایک طور پر رہتا ہے اس میں فرق نہیں آتا۔ ھو الاول ھو الاخر ھو الظاھر ھو الاباطن و ھو بالکل شیء محیط دوسرے عالموں کو اس عالم سے ایسی نسبت ہے جیسے دریا کو موج سے اور آفتاب کو ذرہ سے اور معنے کی نسبت الفاظ سے ہوتی ہے جس وقت یہ سعادت لازوال توحید اور بے یزوال تحقیق جو اس عالم واقف سے ملے اور عمل نصیب ہو اور ھُو کے دریائے ہویت میں پہنچے سوچے کہ جب وہ تمام ہوا تو تُو کون ہے اس کی سوا چارہ نہیں ہے کہ اپنے آپ کو عین ذات جانے۔ اور میں اور تُو کے اشارہ کو دِل سے اُٹھادے۔ ذات کی تجلی کی یہی حقیقت ہے و فی انفسکم افلا تبصرون یعنی اللہ فرماتا ہے کہ جسموں میں تمہارے مَیں ہوں آیا نہیں دیکھتے ہو، تمہیں چاہئے کہ اپنے آپ کو عین اس کی ذات سمجھ کر تمام عالم کو اپنے اندر اور اپنے آپ کو سب عالم کے اندر خیال کرے اور وہم اور وَسواس کو ہرگز اپنے پاس جگہ نہ دے اور تعینات ذاتی کو حجاب نہ جانے۔ یعنی باوجود کہ دریا برف سے جم جاتا ہے اور اس پر حباب کا نقش بن جاتا ہے۔ تو بھی برف میں پانی نہیں چھپ سکتا کیا معنے کہ جب برف پگھل جاتی ہے پانی کی وہی اصلی ذات نکل آتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دوسری قسم کی صورت تبدیل ہو جاتی ہے مگر ذات میں فرق نہیں آتا۔ یعنی پانی کے بدلے دودھ نہیں ہو جاتا۔ وہی پانی کا پانی ہو جاتا ہے مثلاً پس جیسے برف میں پانی اور پانی میں برف جم جاتی ہے اسی طرح حقیقت کا دریا حق ہے

اس میں برف کی مانند دونوں جہان ہیں جو خطرہ نظر آدے اس کو بھی عین ذات ہی جانے جب یہ نسبت کمال کو پہنچے جس جگہ اور جس چیز پر نظر کرے اُس کو اپنی صورت جانے ہرگز اُس کو محض تنزیہ اور پاکی اور برنگی کا متصف نہ جانے کہ تشبیہ کے ساتھ موصوف نہ کرے کہ تنزیہ کی دولت سے بے بہرہ ہوگا پس پاکی اور تشبیہ اور تنزیہ یہ سب اُس ظہورات اور تعینات سے ہے جو ذرہ کو ذرہ ہی تصور کرے محروم رہے توحید عرفان کی نعمت نصیب نہ ہوگی چنانچہ اسی مضمون میں۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ اپنے مکتوب نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب مرکوز خاطر خطیر سلطان عشق یہ امر ٹھہرا کہ اپنے جمال باکمال کا پردہ دُور کر کے جملہ صفات کو پیدا اور اپنی خودی پر آپ شیدا ہوا پس بجز اس خیال کے نورِ ذات الٰہی جوش میں آ کر شق ہوا اور ایک ٹکڑا نور کا جوش میں آ کر کثیف ہوا اور وہ آتش ہو گیا پھر آگ کثیف ہو کر ہوا ہو گئی اور جب ہوا کو کثافت پہنچی پانی ہوئی اور جب پانی کو روبکثافت لایا کفِ غلیظ ہو کر خاک ہو گیا پس اس خاک سے وجود پیدا کئے گئے خلقت الادم علی صورتہ اور اس مقام کا نام سفلی رکھا من بعد نور علوی نے مظہر ہائے سفلی میں جلوس فرمایا چنانچہ مخاطبہ خطاب نفخت من روحی کے ہوا اور چونکہ بغیر مراتب بدیدہ امکان دیکھنا ممکن نہ تھا پس عالم اور آدم کو اپنا مراتب گردان کر اپنی تجلیات جمال سے ان مظاہر کو دیکھنا شروع کیا اور یہ بات واضح ہے کہ جب عاشق صفات معشوق میں پوشیدہ ہو جاتا ہے جملہ صفات ارادت حسن قابل مصلحت نہیں رہتی اب ذکر عاشق، معشوق اور عشق کا کیا جاتا ہے اور ان کی صفات وغیرہ کی شرح بھی بیان ہوتی ہے عشق مراد خاص ذات باری عزاسے ہے اور یہی بات خاص خاصہ عشق سے ہے کہ جس دل میں نزول کرتا ہے غیر اپنے کو باہر کر دیتا ہے۔ عمدہ مقام ہے جو جگہ کہ فردوگاہ سلطان مجازی کی ہوخس، خاشاک سے صاف ہو جاتی ہے پس جس جگہ کہ عین تجلی ذات باری

کہ سلطان السلاطین اور حاکم حقیقی اپنا نزول فرمائے وہ جائے طبیہ کیونکر لاؤس وغیرہ
سے منزہ نہ ہو جائے چنانچہ کلام خیر المرسلین صداقِ حال ہے العشق نار اذا وقع فی
قلوب المومنین یحرق غیر الله بل یحرق ذکر الله و اذا یحرق اسم
الله یعنی عشق ایک آگ ہے جس وقت واقع ہو دِل مومنوں میں جلا دیوے سوائے
اللہ کے بلکہ جلا دیتی ہے ذکر اللہ کو اور ذکر جلاتا ہے اسم اللہ کو اور معشوق سے مطلب
خاص وجود اضافی ہے جس کو اضافت بولتے ہیں یعنی وجود معشوق جو محض پر تو ذات
الٰہی ہے چنانچہ حدیث شریف میں اوارد ہے۔ التوحید السقاط الاضافات۔ یعنی توحید
گراتی ہے اضافتوں کو قال النبی صلی الله علیه وآله واسلم من احب
شیء فهو منهم من احب شیء فهو مولا من احب شیء فهو الله۔ یعنی جو
شخص دوست رکھے کسی شے کو پس وہ اس میں سے ہے۔ جو شخص دوست رکھے کسی شے
کو پس وہی ہے مولا اس کا جو دوست رکھے کسی شے کو وہی اللہ اُس کا اور عاشق سے
مراد وجود اعیاں ثابتہ ہے جو محض پر تو ذات ہے اور تسرف محمدی و الٰہی ہر وجود میں
موجود ہے چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے اول حلق الله نور الله و کل الخلاق
من نوری۔ یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام خلقت نور میرے سے ہے اور
دوسری حدیث پاک میں آیا ہے۔ قال الله صلی الله علیه وآله وسلمکنت
النبیاء آدم بین الماء و الطین۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم نے یعنی؟؟
تھا میں نبی اور آدم تھے درمیان پانی اور مٹی کے اب تمثیل توحید کی بیان ہوتی ہے گوشِ
دل سے سننا چاہئے کہ؟؟ دانا تخم کو جب بوتے ہیں تو اس سے درخت پیدا ہوتا ہے اور
درخت سے ڈالیاں اور پتے ظاہر ہوتے ہیں اور ان پتوں اور ڈالیوں پر پھول پھل
آتے ہیں اور جیسا کہ تخم اولین ہے اُسی جنس اور رنگ کا میوا اسکا ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس
تخم اول کو تلاس کیا جائے تو اس کا پانا ممکن نہیں الا اسی صورت کے ہزار ہا مل جاویں

گے مثلهم کمثل القدیم، کیونکہ اُسی وجود نے اپنا اظہار بدین شکلِ، شمائل کیا ہے۔
چنانچہ اسی معنے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والله علی کل شیء محیط یعنی اللہ اوپر
تمام شے کے محیط ہے اور جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے۔ تو قابل قول انـــی ان
الله ولا الـه الا انا کا مطلب ہوتا ہے۔ اے برادر جو ماہیت تخم کی معلوم کی تو نے
یہی توحید ہے کہ تخم سے مقام خفی اور شجر سے اِصرار لاہوت اور ڈالیوں اور پتوں سے
مقام جبروت اور پھولوں سے مقام ملکوت اور ہوا سے مراد ناسوت ہے۔ ایک شعر۔

لاہوت در جبروت بین جبروت در ملکوت بین
ملکوت در ناسوت بین گر عاشقی گم شوو دریں
لاہوت تخم است اے پسر جبروت شاخیں آں نگر
ملکوت گل ہائے شجر ناسوت جملہ ہر ثمر

تو اس جگہ پر کہنا لازم ہے۔ النور والظاهر لذاته والمظهر بغیر۔ یعنی
وہ نور آپ ظاہر ہے اور ظاہر کرتا ہے غیر اپنے کو یعنی برادرم جو کچھ کیا ہے اور کرتا ہے
اور کرے گا تمام ذات الٰہی سے ہے اس جگہ نہ کوئی فعل نہ فاعل نہ مفعول اے برادر اس
جگہ نہ ازل ہے نہ عبد نہ ظہور نہ بدن اور نہ اَست نہ بلیٰ اور نہ عبد نہ رب تنبیھہ دریا کے
حرکت میں آنے سے جو موجیں اور نقش پیدا ہوتے ہیں اور لاکھوں بلبلے اور دائرے
آسمانوں اور زمینوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں یہ سب دریا سے جُدا نہیں اگر موج کے
نقش کو دریا سے جدا کیا جاوے تو غیر ممکن ہے گو برائے نام جدا ہیں لیکن اور حقیقت
میں ایک ہیں۔ خیال کیجئے جب دریا صاف پانی تھا بے صورت اور بے رنگ تھا جب
بندھ گیا تو کبھی برف کبھی اَولہ کی صورت ہو جاتا ہے اب غور کرنا چاہئے کہ برف اور
اولہ وہی بے رنگ پانی ہے یا نہیں جو چھوڑ دیا جائے تو وہی پانی نام ہو گا یا نہیں یا اور
کچھ پس جس نے حقیقت کی آنکھ سے پانی کو تمام مرتبوں اور صورتوں میں دیکھ کر پہچانا

اور پانی جان لیا اور جو کوئی نادانستہ لباس غیر ہونے کی کیفیت میں پھنسا رہا محروم ہوا
عارف اور جاہل میں اتنا ہی فرق ہے پس عرفان یعنی تصوف اس سے زیادہ نہیں۔ کہ
اپنی اصل کو پہچان کریں اور تُو کی قید سے نکل جاوے خود وہی ہے اور ہمہٗ اوست ہے
اور محال ہے کہ اس کے سوا جو موجود ہو۔ اس مطلب کی توضیح کیلئے بہت تمثیلیں ہیں
چنانچہ نقش، نقطہ، الفاظ اور معانے سارے اسی سے نکلے جھڑ پتر اور شاخ اور میوا تخم ہی
سے ہوتے ہیں بائیں کثرت کے مانع نہیں اختصار کے سبب سے مذکورہ بالا مثالوں پر
اکتفا کیا گیا۔ جاننا چاہئے کہ ذات بحت اور آفتاب حقیقت بیرنگی کے مرتبہ میں کہ
کنت کنزا المخفیا فاحببت ان اعرف فاخلقت الخلق ۔تھا میں خزانہ
پوشیدہ پس دوست رکھا میں نے پہچانا، جانا اپنا۔ پس پیدا کیا میں نے خلقت کو اس کی
خبر دیتی ہے۔ جب دوستی عین احببتك اظہار ہوا اور پوشیدگی کی نقاب ڈھالی اپنے
دیار اور مشاہدہ اور وَصل کی لذت میں تمام ذات مقید ہوئی اب اگر مطلق کو ڈھونڈے
ایک دن، مقید کے سوا نہ پاوے۔ چنانچہ گنج مخفی کے ظہور سے پہلے اگر مقید کو ڈھونڈتے
مطلق کے سوا اور میں نہ پاتے۔ ہمیشہ مقید کے ساتھ مطلق ہے اور مطلق کے ساتھ مقید
پس تحقیق جانے کہ حجاب کی قید کا اِطلاق نہیں اور تعینات ذات کے مانع نہیں پھر جس
چیز پر ہاتھ رکھا گیا تو بے پردہ کی عین ذات پر رکھا گیا اور جس پر نظر پڑی بے حجاب،
حُسن مطلق نظر میں آوے اے عزیز اس سلسلہ قدوسیہ میں شغل آخر اور نہایت کا اپنے
آپ کو قبول کر کے بیٹھنا ہے۔ یعنی باوجود تقیدات کے اپنے آپ کو عین ذات صرف
جہت اور ہستی کے ساتھ جاننا اور جو کچھ اپنی نظر میں آوے عین خود سمجھنا دوئی کی جڑ دُور
کرنے اور دوئی بیگانگی کے پَردوں کا اٹھانا اور سب کو ایک ذات دیکھنا تو خود بخود
لذت پاتا ہے اور جس کسی نے اس نسبت کو دوست کیا اور بزرگ جانا وہ غفلت کے
جنگل اور نادانی اور رنج اور جستجو اور وسوسہ گفتگو کی سرگردانی سے چھوٹ کر فارغ ہوا

جب تک یہ خیال ہو کہ دریا سے جدا ہے قطرہ قطرہ ہے۔ اور بندہ بندہ ہے جب تک
اپنے آپ کو نہ جانے کہ خدا ہے جب اس مرتبہ پر پہنچا حقیقت اور وحدت کا آفتاب
طلوع ہوا اور وہم پنداری کا ابر دور ہوا ظلمت اور نادانی کا حجاب اور پردہ اُٹھ گیا اس
مقام پر ذکر اور ذاکر اور مذکور ایک ہو گئے صاحب المعات قدس سرہ خبر اس حال کی
دیتی ہے۔

ع معشوق، عاشق، عشق ہر سہ یکے است
ایں جا چوں وصل در نگنجد ہجراں چہ کار دارد

جب مرشد نے طالب صادق کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا، اور ان باریکیوں کو سمجھا
دیا آگے اُس کے خدا کے سپرد کیا، تعلیم کی گنجائش نہ رہی کہ خدا کو تعلیم کرنی جائز
نہیں اور جب سالک کا وجود کل کا وجود ہو گیا اور رنج اور خوف اور غم اور وہم اور دوری
اور مجبوری دل سے اُٹھ گئی اور عذاب کے خوف سے اور ثواب کی اُمید سے چھوٹ کر
اَبدی نجات حاصل ہوئی جو چاہے کرے اور جس صفت سے چاہے رہے۔ بشارت۔
لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون ۔یعنی نہ ڈر ہے ان کو قیامت کے دن۔ ان
حال والوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ انزل السکینتہ علی قلوبھم یعنی اُتار
اہم نے اپنے آرام کو ان کے دِل پر ان کے حق میں ہے اس باب میں بہت سی آیتیں
احدیثیں اور بزرگانِ سلف کے اقوال میں جس کو ان کی دریافت کا شوق ہو وہ ہر ذرہ
سے حقیقت کا آفتاب دیکھے گا جو نسبت کمال کو پہنچا دے گا اس کی عین ہونے میں کچھ
وہم نہ رہے گا اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اس مرتبہ پر پہنچائے۔ امین۔

تجلی تیری ذات کا سو بسو ہے — جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے
گلشن میں صُبا کو جستجو تیری ہے — بُلبل کی زبان پہ گفتگو تیری ہے
ہر نخل میں جلوہ ہے تیری قدرت کا — جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

توحید ہفت مراتب اعیان ثابتہ، خارجہ

(اول) مرتبہ احدیت یہ محل غنائے ذاتی کا ہے۔ اسم اور صفت سے مبرا ہے اس لئے اس کو لاتعین کہتے ہیں۔ (دوم) مرتبہ وحدت ہے کہ جس کو حقیقت محمدی اور عشق مجرد اور علم مجرد اور تعلق اول کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ اجمالی اور بطون اسماؤ اور صفات کا ہے اور یہ مرتبہ تجلی مرتبہ اول کی ہے اور اس مرتبہ کی دو طرفیں ہیں بطن اور ظاہر باطن اس کا احدیت ہے کہ نور اس کا ثبوتی ہے اس لئے اس کو ذوالوجہین کہتے ہیں۔ (سوئم) مرتبہ وحدیت جس کو حقائق ممکنات اور صور علمیہ اور تعین ثانی کہتے ہیں یہ مرتبہ تفصیل مرتبہ دوم کی ہے اور ظہور آسماؤ اور صفات کا ہے۔ (چہارم) مرتبہ الوہیت ہے جس کو عبدار عروج اور انتہائے معرفت اور نفس الرحمان اور ربوبیت اور ملکیت اور تعین تیسرا کہتے ہیں اس مرتبہ میں تمیز اور فرق اَسماء اور صفات کا شروع ہوا اور اس مرتبہ میں اسماء واجبیہ اسماء مکانیہ سے جدا ہوئے پس اسماؤ واجبیہ کو نفس الرحمان اور اسماء مکانیہ کو ملکیت کہتے ہیں۔ اور اسماء واجبیہ کو جو اسماء ممکنات میں برزخ ہوا اور یہ برزخ جس کو ربوبیت کہتے ہیں اور محل نزول انبیاء علیہ السلام اور کتب آسمانی اور احکام امر و نہی کا ہے اور حکم کن کا اسی مرتبہ پر ظہور میں آیا پس یہ تینوں مراتب جس کو یقین اول وحدیت اور تعین دوم یعنی واحدیت اور تعین سوئم یعنی الوہیت کو ثانیہ اور واجب الوجود کہتے ہیں ذکر ان کا تمام ہوا ہے مراتب ممکن الوجود اور عیاں خارجہ جو ہر سہ مراتب اول کے عکوسات میں بیان ہوتا ہے اور واضح ہو کہ مراتب ممکنہ میں سے اول مرتبہ روح الاعظم ہے جس کو قلم اعلیٰ اور عقلِ اول اور عقلِ کل اور علم اول اور روح محمدیؐ کہتے ہیں اور علوم اَلٰہیہ واجبیہ میں جو قابل ظہور اجمال کے طور پر موجود تھے

نفسِ کل اس کی تفصیل ہے یعنی علم ذاتی کی تفصیل نفس کل میں نمودار ہوئی اس بیان سے عقل کل مذکر اور نفس کل مونث پایا جاتا ہے ان ہر دونوں کے امتزاج سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام عالم مثال اور طبیعت مجرد ہے اور ثانی مراتب ممکنہ میں سے عالم مثال ہے جس کو قلب محمدی کہتے ہیں اور عالم مثال اور علم ارواح کے نیچے اور عرش سے بالا ہے اور تیسرا عالم اَجسام جس کو عالم شہادت اور عالم آفاق کہتے ہیں۔ عالم عرش سے تحت الثرا تک نیچے عالمِ مثال کے پیدا ہوا ہے پس ان ہر سہ مراتب ممکنہ ملکیہ ہو کہ جس کا نام عالمِ ارواح اور عالم مثال اور عالم اجسام ہے۔ ممکن الوجد اعیان خارجہ کہتے ہیں کیونکہ اعیان ثابتہ سے خارج ہوا ہے۔ جو اعیان ثابتہ میں علوم بطور باطن کے مضمر تھے اور اعیان خارجہ میں اس قدر ظہور میں آئے اور کمی اور زیادتی کی اس میں کچھ ضرورت نہیں مزید کہ خارج از ذات وجود میں آئے اور نہ اعیان خارجہ میں ظہور کیا اور اعیان ثابتہ اصل اور ثابت اور محقق ہیں اور عیان خارجہ اس کے عکوسات اور غیر محقق ہیں اس بیان سے وحدت کا عکس اور عالم ارواح اور واحدیت کا عکس عالم مثال اور الوہیت کا عکس عالمِ اَجسام ہے اور جو صاحب عالم ارواح کو احدیت کا عکس کہتے ہیں انہوں نے بہت غلطی کھائی ہے کیونکہ احدیت کا مرتبہ اصلی اور عکس اور اسم اور صفت اور تعینات اور ضافات سے بالکل غنی اور مبرا ہے۔

پس یہ تین مراتب حضرت وجود اور تین مراتب حضرت امکان کے کل چھ مراتب ہوئے اور یہ مراتب انسان کامل کے ہیں جس کو مرتبہ جامع اور فرد اعلیٰ اور خلیفۃ اللہ اور جائز الوجود اور جامع مراتب واجبیہ اور کونیہ کا بولتے ہیں۔ یہ وجود پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوا۔ اس مرتبہ سے ثابت ہوا کہ وحدت تک جو چھ تعینات غرض شمار میں آئے۔ بالخصوص وجود واحد ہے جبکہ عقل اول کو روح محمدی کہتے ہیں اور عالم مثال کو قلب محمدی بولتے ہیں اور عالم مثال برزخ ہے اور عالم

ارواح اور عالم اجسام کے درمیان جیسا کہ عالم ارواح مادہ اور مقدار نہیں رکھتا اور عالم اجسام مادہ اور مقدار رکھتا ہے ویسا ہی عالم مثال جو دونوں میں برزخ ہے مادہ رکھتا ہے۔ اور مقدار نہیں رکھتا اور بہشت اور دوزخ اسی عالمِ مثال میں موجود ہیں اور حشر اور نشر اور حساب اور کتاب عُقبیٰ سے عالم مثال میں ہوگا تنبیہ طالب صادق کو چاہئے کہ مُرشد اہل باطن کی خدمت میں رہ کر مراتب توحید ذات الٰہی کو بخوبی سمجھے اور شغل باطن سے ہستی اور پندار اپنی کو دور کرے تب خود بخود ایک لذت اور ہستی اسرار معنے سے پاوے پھر جو دیکھے حق سے دیکھے اور جو سنے حق سے سنے اس وقت معنی فی انفسکم اور فثم وجہ اللہ کے اس پر منکشف ہوں اور جزو سے کل ہوا اور قطرہ سے دریا اور ذرہ سے آفتاب اِنتہیٰ ہوا اب توحید کا مضمون ختم ہوا ہے یہ چند بیانات کتاب شراب معرفت سے لئے گئے ہیں۔

بروز
۸-۱۲-۱۵
۱۸-۶-۳۶

کلام توحید

کچھ نہ تھا اے سرور کون مکان تو ہی تو تھا
ذات تھی اور ذات میں سرِ نہاں تو ہی تو تھا
عرش و کرسی باغ رضواں عرشیاں لوح و قلم
تیرے پردے میں نہاں تھے اور اعیاں تو ہی تو تھا
ہیں شہادت کیلئے تو رایت و انجیل و زبور
لائق تنزیل قرآن بیگماں تو ہی تو تھا
یہ زمین یہ آسمان جن و بشر حش و طیور
بے نشان سب تھے مگر اہل نشان تو ہی تو تھا
دیدۂ موسےٰ تھا کیا کیا تھا تجلّی طور کی
رب اَرنی لن ترانی کی زبان تو ہی تو تھا
آدم خاکی کو سجدہ کرتے ہو کیوں کروبیان
لوح پیشانی میں حروف داستان تو ہی تو تھا
ہے ازل سے تا ابد تیرے ہی جلوہ کا ظہور
معنے لفظ حقیقت کن مکان تو ہی تو تھا

کلام واحدت

روشنئے شمع بزم لا مکاں تو ہی تو تھا
ظلمت خضرو سکندر کا نشاں تو ہی تو تھا
جلوۂ حُسن گلو سوز بتاں تو ہی تو تھا
مشعل عشق دل ۔ دادگان تو ہی تو تھا
جسم میں تھا شمس کے تو اور سرسرمد میں بھی
دار پر منصور کے منہ میں زبان تو ہی تو تھا
چرخ پر عیسیٰ تھا اور یونس تھا بطنِ حوت میں
ناخدائے کشتئے طوفانیاں تو ہی تو تھا
شہرت خانِ خلیل اللہ تھی اک نام کی
میزبان تو ہی تو تھا اور مہمان تو ہی تو تھا
زیرِ ارہ کو ن تھا اور طعنہ کرتاں .کون تھا
طور پر موسیٰ نہ تھا آتش نشان تو ہی تو تھا
ذوالفقار حیدری میں تھا غرض جوہر تیرا
احمد مرسل کے پردہ میں نہاں تو ہی تو تھا

بجن سید میراں بھیکھؒ

نہ کر بیٹھ تپی جلد ھارا — کیا ہی ملا جل مرنے میں
سیال مہینے کریں جلد ھارا — ہاڑھ مہینے دھندو کار
من سے گئے نہ پانچ بکارہ — کیا ہی ملا دُکھ جرنے میں ۔ نہ کر بیٹھ
تلک لگایا پہنی دھوتی — کھا کھا بوجھن کانیاں پوکھی
گیتا گیان پھرولی پوتھی — آن پڑا کس مرنے میں، نہ کر بیٹھ
چھوڑ کٹمب بنوں باس بسایا — سادھو جن کا بھیس بنایا
ہر کے پر کا پتا نہ پایا — دھوڑ پڑے ایسے کرنے میں ۔ نہ کر بیٹھ
موونڈ منڈیا سنت کہایا — تیر تھو جا جا بہت سا تھایا
اگلے جنم کا پتا نہ پایا — لعنت ہے ایسے کرنے میں ۔ نہ کر بیٹھ
بھیکا مطلب کھوں سناوے — گیان لہر کی لہر بتاوے
جسے توں ہر داہر سے لادیں — جاگت سووت لڑنے میں
اس منتر کا ہے یہی یہ ورتارا — رام رہا اک چرنے میں
نہ کر بیٹھ تپی جلد ھارا — کیا ہی ملا جل مرنے میں

بیانِ صلوٰۃ

نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ اِسے عربی زبان میں صلوٰۃ کہتے ہیں۔ انسان پر ایمان لانے کے بعد سب سے پہلی عبادت جو فرض ہوتی ہے۔ وہ نماز ہی ہے ہر عاقل و بالغ پر جو مسلمان ہو پانچ وقت کی نماز واجب ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث میں جتنی بار نماز پڑھنے کی تاکید آئی ہے کسی اور عمل کی نہیں آئی۔ لہٰذا نماز وہ عمل ہے جو اِنسان کو نیکی کی طرف راغب کرتا ہے اور برائی سے بچاتا ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذ کر اللہ اکبر۔ یعنی بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے اور اللہ کے نزدیک یہ ذکر بہت بڑا ہے۔ نماز ہی وہ چیز ہے جس کے متعلق سب سے پہلے قیامت کے دِن پوچھ گچھ ہوگی۔

شریعت میں نماز کے متعلق بہت سے فواید بیان ہوئے ہیں۔ نماز سے اللہ تعالیٰ رزق کی تنگی دُور فرما دیتے ہیں۔ روحانی تازگی پیدا ہوتی ہے۔ نماز سے اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم ایسی نماز پڑھیں جس سے ہمیں اطمینانِ قلب نصیب ہو۔ اطمینانِ قلب ہمیں صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب ہماری نماز میں اخلاص ہو۔ دکھلاوا نام تک نہ ہو۔ بعض حضرات اس لئے نماز پڑھتے ہیں کہ لوگ اُنہیں نمازی کہیں، جب انسان خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ اس کے بعد فرشتوں، یوم آخرت، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاتا ہے تو مومن کہلاتا ہے اور مومن کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے کرتا ہے، لیکن جو آدمی محض دکھلاوے کے لئے نماز پڑھیں۔ وہ مومن نہیں کہلا سکتے۔ حدیث پاک ہے کہ " لیس المومن ان تجمعون فی الساجد و یقولون لا الہ الا اللہ رسمی۔"

یعنی جو لوگ رسمی کلمہ اور سجدہ سجود کرتے ہیں وہ مومن نہیں ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم نماز پڑھیں تو محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے پڑھیں۔ ایسی نماز پڑھنے سے فائدہ ہی حاصل نہیں ہوتا۔ جو محض مکروفریب اور دکھاوے کی ہو۔ دکھاوے کی نماز کا یہ مطلب ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کو جھٹلاتے ہیں، کیونکہ خدا تعالیٰ کا تو ارشاد ہے کہ "میں تو تمہارے دِلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہوں" تو جب خدا تعالیٰ ہمارے دلوں میں آئی ہوئی بات کو بھی جانتے ہیں تو کیا وہ نماز جو ہم محض اس خاطر پڑھتے ہیں کہ لوگ ہمیں نمازی اور پرہیز گار کہیں تو اس کا ثواب اور اس نماز کی حیثیت خدا کے نزدیک کیا ہو سکتی ہے۔ ہمیں تو چاہئے کہ ہماری جو بھی عبادت ہو پُر خلوص ہو۔ دِل میں کسی قسم کی ظاہر پرستی اور غیریت نہ ہو۔ بحالت نماز بالکل دنیاوی خیالات سے اپنے قلب کو پاک صاف کر کے خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا چاہئے، ایسا ہو کہ ۔

ہر زبان تسبیح دُور دِل گاؤ خر　　ایں چنیں تسبیح کہ دارد واثر

اے دوست ایسا نہ ہو کہ خدا کے حضور میں ہم حاضری دے رہے ہیں اور زبان سیکلمات تیز رو پانی کی طرح نکل رہے ہیں۔ لیکن ہمارا قلب جو خدا تعالیٰ کا مقام ہے کہیں دور گائیوں اور گدھوں کے خیال میں ہو، تو ایسی پڑھی ہوئی نماز کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

نماز دو طرح کی ہے۔ ایک ظاہری نماز۔ دوسری باطنی نماز۔ جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں کہ ظاہری نماز میں عام دکھلاوا ہوتا ہے اور منہ ہاتھ دھو کر دس منٹ میں نماز سے فراغت حاصل کر لی اور اِن دس منٹوں میں بھی خیالات کہیں دُور بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ دکاندار ہے تو اُسے گاہک کا خیال، زمیندار ہے تو اُسے فصل باڑی کا خیال ہوتا ہے۔ ایسی نماز نہ بارگاہِ الٰہی میں مستجاب ہوتی ہے۔ نہ ہی ایسی نماز سے اطمینانِ قلب ہوتا ہے اور جب تک سکون قلب نہ ہو، عبادت، عبادت شمار نہیں ہوتی۔

اس قسم کی نماز ادا کرنے والے نماز کی حقیقت قال کا تعلق محض زبان تک ہوتا ہے جس کا ہر وقت ذکر ہونا، ناممکن ہے، لیکن حال کا تعلق قلب سے وابستہ ہوتا ہے جو کہ ہمہ وقت ذکر اذکار میں مشغول رہتا ہے اور سکون سے یاد الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔ زبان خاموش ہو جاتی ہے اور قلب اپنے ذکر و عبادت میں محو رہتا ہے۔ یہ قلب باطنی نماز والے کا ہے جو ایک دم کے لئے بھی غافل نہیں رہتا۔ باطنی نماز ادا کرنے والے کیلئے رکوع کی شرط ہے۔ نہ سجود کی قید ہے اور نہ قیام ضروری ہے۔ صوفیائے کرام اس دائمی نماز میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرتے رہنے کی حالت میں اللہ کی یاد میں مشغول رہو۔ مگر خیال رہے کہ اس دائمی نماز کے لئے بھی پاکیزگی کی بہت ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے، لا تقبل والصلوة بغیر طهورهم ۔ یعنی بغیر پاکیزگی کے نماز قبول نہیں ہوتی۔ اس پاکیزگی سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہاتھ منہ دھو کر نماز ادا کر لی جائے، بلکہ جب تک تطهير القب عن ما سوا الله نہ ہو یعنی جب تک تمام آلائشوں سے پاک نہ ہو اور خدا تعالیٰ کا مقام نہ سمجھے، تب تک نماز قائم نہیں ہو سکتی۔ پیر قادری صاحب نے کہا ہے کہ ۔

کر صاف دِل کو غیر سے اس کو وضو کہیں　　یہ شرط ہے پیارے کہ ہر دم وضو رہے

پس جب انسان اپنے دِل کی صفائی سے نماز دائمی ادا کرتا ہے تو پھر اس کے لئے یہ نماز معراج ہوتی ہے۔ معراج کے معنی ملنے کے ہیں تو اس کے مراد یہ ہوا کہ وہ حضرات نماز میں اپنے خدا تعالیٰ کا دیدار کرتے ہیں اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری دیتے رہتے ہیں اور جب وہ لوگ دائمی نماز کے عادی ہو جاتے ہیں۔ تو پھر کوئی بھی خواہش یا کسی کا لالچ اُن کے پایۂ ثبات کو لغزش نہیں دے سکتے۔ خدا تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

" الا المصلين الذين هم على صلاتهم۔ " یعنی اُن لوگوں کے دِلوں میں جو

ہمیشہ دائمی نماز ادا کرتے ہیں۔ کبھی بھی نیکی بدی حرکت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ حضور پاکؐ نے بھی فرمایا ہے کہ " لا صلوٰة الا بحضور قلب " یعنی جب تک دِل حضوری میں نہ ہو۔ اس وقت تک نماز ادا نہیں ہوتی۔ لیکن دائمی نماز کے نمازی پر کوئی وقت ایسا نہیں ہوا۔ جب کہ وہ یادِ الٰہی میں مشغول نہ ہو، بلکہ وہ تو ہر وقت دیدار الٰہی کے نشہ میں شرشار رہتا ہے۔ پس دوستو! ہمیں بھی ایسی ہی نماز پڑھنی چاہئے اور نماز میں اس قدر استغراق ہو کہ اپنے آپ کی خبر نہ رہے اور دنیاوی کاروبار تمام تر بھول جائیں، بلکہ نماز میں یہ ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں، کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان، تو ایسی نماز ادا کر کہ نماز میں تو مجھے دیکھ سکے۔ یا تیرا قلب یہ تسلیم کرے کہ خدا تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پس ہمیں ایک لحظہ کے لئے بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہے، کیونکہ حضور پاکؐ فرماتے ہیں کہ " كل نفس يخرج بغير ذكر الله فهو ميت و حرام " مطب یہ ہے کہ ہر وہ سانس جو اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر خارج ہوتا ہے وہ مردہ ہے اور حرام ہے۔ پس اس حدیث پر تمام اولیاء اور انبیاء عمل پیرا رہے ہیں۔ اور ہر وقت نماز دائمی میں مشغول رہتے ہیں۔ حضور پاکؐ نے حدیث قدسی ارشاد فرمایا ہے کہ " الانبياء والاولياء يصلون في قلوبهم دائمون " اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام انبیاء اور اولیاء حضوریٔ قلب سے ہمیشہ نماز ادا کرتے رہتے ہیں۔ تو اس حدیث کے مطابق ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ تمام ولی، بزرگ اور دوسرے شائمین ہمیشہ صلوٰة دائمی میں مشغول رہتے ہیں، اگر بعض اوقات اُن سے ظاہری نماز چھوٹ بھی جائے۔ یا عالمِ استغراق کی وجہ سے نماز رہ بھی جائے تو ہمیں فوراً اُن کے اعمال پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ وہ ظاہری عبادت کی منازل تو طے کر چکے ہوتے ہیں۔ اُن کا قلب ہر وقت نماز میں مصروف رہتا ہے۔ بزرگوں کے اس قسم کے واقعات دیکھ کر بجائے اس کے کہ انسان اپنے دِل کو شک و شبہات میں ڈالے۔ موسیٰ! اور خضر علیہ السلام کا واقعہ

اپنے ذہن میں لائے اور سمجھے کیونکہ وہ تو نماز کی حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں اور اُن کے قلوب تسکین کی حالت میں یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ جن سی اُن کے قلوب تسکین پاتے ہیں اور چار سو جلوہ خداوندی کا نظارہ کرتے ہیں۔ پس دوستو، ہمیں بھی ایسی ہی نماز قائم کرنی چاہیے۔ جن سے ہماری معراج ہو۔ خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو صلوٰۃ دائمی کا عادی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

"حقیقت علم"

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة۔ حضرات: حضور پاکؐ اس ہدیث کے فرمان کے مطابق علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے کیونکہ اگر ہم علم کی روشنی سے منور نہ ہوں گے۔ یعنی علم حاصل نہ کریں گے تو ایک تو حضور پاکؐ کی حدیث کے منکر کہلائیں گے جس کے گنہگار کہلائیں گے دوسری طرف عوام کی نظروں میں بھی جاہل ہوں گے۔ تیسرا نقصان ہوگا کہ علم کی ضیاء سے مستفید نہیں ہوسکیں گے۔ اس طرح ہم دنیاوی و آخروی زندگی میں قطعی طور پر کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ کیونکہ اگر ہم تعلیم یافتہ نہ ہوں گے تو ہم اپنی معاشرتی زندگی کو بطریق احسن نہیں گزار سکیں گے۔ رشتہ داروں سے میل ملاپ، نشت و برخاست کی انداز اور طرزِ گفتگو وغیرہ بالکل اجڈ قسم کے لوگوں جیسی ہوگی۔ جس کا لازما نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اپنی برادری سے کٹ کر رہ جائیں گے۔ لہٰذا تعلیم حاصل کرنا ہم پر فرض ہے۔ تعلیم یافتہ ہونے کی صورت میں ہم اپنے بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور دوسرے دوستوں سے پیار اور محبت سے پیش آئیں گے۔ باادب رہیں گے۔ بات میں نرمی اور طبیعت میں اخلاق ہوگا۔ باہمی میل جول کے اصولوں سے واقف ہوں گے۔ بصورتِ دیگر کچھ بھی نہیں۔

علم کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک ظاہری علم کہلاتا ہے۔ دوسرا باہمی علم کہلاتا ہے ظاہری علم وہی علم ہے جس کا کچھ ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی ظاہری علم حاصل کر لینے سے انسان کو باادب بولنا، چلنا، اٹھنا، بیٹھنا آ جاتا ہے، مگر سوائے اس کے کہ انسان کو یہ علم باتمیز بنا دے۔ یا برسرروزگار کر دے، کچھ زیادہ منفعت بخش نہیں ہے، مگر باطنی علم وہ علم ہے جس سے عرفان حاصل ہوتا ہے۔ تجلیات خداوندی کا دیدار کرتا ہے اور اپنے اصل

مقصد کو پالیتا ہے۔ ظاہری علم بغیر باطنی علم کے بالکل بیکار اور رائیگاں ہے، کیونکہ حضور پاک ؐ نے فرمایا ہے:

علم الظاہر عین الانسان و علم الباطن نور العین و عین بغیر نور عمی۔

مطلب یہ ہے کہ ”ظاہری علم اِنسان کی آنکھ ہے اور باطنی علم آنکھ کا نور ہے اور بغیر نور کے آنکھ اندھی ہے۔ پس ظاہر کا علم بغیر باطن علم کے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لئے ظاہر اور باطن یکساں ہونے چاہئیں۔ ورنہ ظاہری علم تو سرف زبان کا لقلقہ ہے اور باطنی علم حقیقت سے شناسا کرتا ہے۔ ظاہری علم زبان میں تمیز پیدا کرتا ہے۔ مگر باطنی علم اس کے اصل مدعا کو پاتا ہے۔ میراں سید بھیکھؒ نے فرمایا ہے کہ ۔

پڑھنا گننا کسب ہے ہور سنوارے حبیب

جس پڑھنے سے شو پایئے اوہ پڑھنا کسے نصیب

مطلب اس کا یہ ہے کہ ظاہری علم تو ایک ذریعہ روزگار ہے، اور اس سے زبان میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ فائدہ نہیں۔ مگر ہمیں ضرورت اس علم کی ہے کہ جو ہمارے اس فرض کو پورا کرے۔ جس کے لئے انسان کو اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ ایسا علم صرف پیر کامل کے قدموں میں رہ کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

باطنی علم سمجھنے میں بھی اولاً کچھ دقیق معلوم ہوتا ہے مگر پھر بعد میں جب اس کی حقیقت انسان پر کھلتی ہے تو اس کے لئے بالکل ایک نقطہ معلوم ہوتا ہے ورنہ یہ انسان کے لئے کثرت ہی بنا رہتا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ علم جاہلوں کے لئے کثرت ہے اور سمجھداروں کے لئے نقطہ ہے، ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”العلم حجاب اکبر“ یعنی علم بہت بڑا پردہ ہے۔ لہٰذا ہر کوئی سمجھنے سے قاصر ہے۔ محض وہی اس علم کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے جو کسی مردِ مومن کے قدموں میں رہ چکا ہو۔ اس کے

لئے ایک مثال عرض کرتا ہوں کہ ایک دفعہ کسی جنگل میں ایک فقیر آدمی ذکر جہر میں مشغول تھا اور وردِ لا الہ کر رہا تھا کہ ایک قاضی ہمراہ بادشاہ کے اس مردِ الٰہی کے پاس سے گذرا۔ جب انہوں نے فقیر کو یہ پڑھتے ہوئے سنا کہ یہ محض لا الہ کہے جا رہا ہے اس کے بعد محمد رسول اللہ نہیں کہتا تو وہ قاضی اس فقیر سے کہنے لگا کہ اس سے آگے پڑھو۔ تو وہ فقیر کلمات سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ اس کے آگے کچھ نہیں۔ دوبارہ پر قاضی نے اسے کہا کہ آگے پڑھو۔ اس مرد نے پھر قاضی سے کہا۔ کہ اس کے آگے کچھ نہیں۔ جب تیسری بار بھی قاضی کے کہنے پر مردِ قلندر نے یہی جواب دیا تو قاضی غصہ میں آ گیا اور بادشاہ سے اجازت طلب کی اور اس فقیر کا سر تن سے جدا کر دیا اور کہا کہ یہ محمد رسول اللہ کا منکر ہے۔ سر تن سے جدا ہوتے ہی انہوں نے سنا کہ اس فقیر آدمی کے سر سے تو لا الہ کی آواز آ رہی ہے اور تن سے محمد الرسول اللہ کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ بادشاہ اور قاضی حیران کھڑے دیکھ رہے تھے کہ عین اُس وقت ایک اور خدا کا نیک آدمی اُدھر آ نکلا۔ اس نے واقعہ سنا تو کہا: اے قاضی۔ تو نے سخت ظلم کیا ہے، کیونکہ تم علم کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے۔ فقیر لوگ حق پر تھا، کیونکہ لا الہ کے آگے کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اگر تم اس سے یہ پوچھتے، کہ لا الہ کے بعد کیا ہے تو وہ تمہیں بتاتا، کہ محمد رسول اللہ ہے۔ آپ کے لئے لازم تھا کہ تم کہتے کہ اس کے بعد بتاؤ فقیر کے لئے لا الہ کے پیچھے کیا واجب تھا۔ ورنہ کفر تھا۔ پس علم کو پڑھ لینا کافی نہیں ہے بلکہ اسے سمجھنے کی بھی ضرورت ہے۔ سو علم حق ایک برستا ہوا نور ہے۔ جس کی مثل کوئی نور نہیں علم باعمل چاہئے وگرنہ گدھے پر کتابیں لاد سکتے ہیں۔ مگر باطنی علم کی حقیقت کیلئے ظاہری علم بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ظاہری آنکھ کی حیثیت رکھتا ہے اور باطنی علم آنکھ کا نور ہے۔ آنکھ کا وجود ہوگا۔ تبھی اس میں نور آ سکتا ہے۔ پس باطنی علم وہ نور ہے جو صرف رہبر کامل سے لیا جا سکتا ہے۔ خدا ہمیں ہر دو قسم کا علم عطا فرمائے۔ آمین۔

''تلاوت وَ جودؔ''

جس طرح شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت ایک مجموعہ ہے۔ اس طرح حضرت انسان بھی چار عناصر کا مجموعہ ہے۔ یعنی آگ ہوا، پانی اور مٹی کا۔ اس مجموعہ میں پھر تین مقام ہیں۔ نفس، دل، روح۔ اِن میں سے نفس کا تعلق دنیا سے ہے اور دِل کا تعلق عقبےٰ سے وابستہ ہے اور روح کا تعلق ذاتِ الٰہی سے ہے۔ ان تینوں کے مقامات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جیسا کہ نفس کے لئے عالمِ شریعت مخصوص ہے اور دِل کے لئے طریقت کا راستہ ہے۔ روح کے لئے حقیقت ہے۔ پس اپنے آپ کو غلاظت سے پاک رکھنا اور برائیوں سے کنارہ کشی کا نام شریعت ہے اور قلب کو نفسیاتی خواہشات سے پاک رکھنا طریقت کہلاتا ہے اور روح کو کفر وشرک سے پاک رکھا جائے تو اُسے حقیقت کا نام ملتا ہے اور نفس شریعت کی منزل طے کرتا ہوا جب عالمِ ملکوت میں پہنچ جاتا ہے تو دِل کی صفتیں لیتا ہے۔ اور پھر دِل آگے راہِ حقیقت کی مسافت طے کرتا ہے اور بتدریج عالمِ جبروت میں اپنا مقام بناتا ہے، اور روح کی صفتوں کو اپناتا ہے۔ جب تمام روح کی صفتیں اخذ کر لیتا ہے تو وہ صفات قدسی کا حقدار ہو جاتا ہے۔ انتہا یہ ہوتی ہے کہ نفس بذاتِ خود قلب کی جگہ لے لیتا ہے اور قلب جو ہوتا ہے اسے روح کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ نفس، دِل اور روح یکساں ہو جاتے ہیں اور اس کو ہم توحید مطلق کا نام دیتے ہیں اور جب انسان پر مذکورہ بالا منازل مکمل ہو جاتے ہیں تو اس مقام پر جا کر اس کا بولنا حق ہو جاتا ہے۔ اس کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، دیکھنا، سننا وغیرہ بھی حق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ولسانہ الذی یتکلم بہ۔ یعنی میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔ بخاری شریف میں بھی آیا ہے کہ "عن ابی حریرہ فاذا اجبتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ

الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ویحلۃ التی یمشی بھا۔ یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور پھر میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے۔ مولانا حاجی صاحب نے فرمایا ہے ۔

کہ ہر چہ بینی یاراست اغیار نیست غیر اوہ جز وہم جز پندار نیست

یعنی جب انسان مذکورہ بیان کے مطابق توحید مطلق کا عرفان پاتا ہے تو اُسے ہر وقت ہمہ وقت اپنا محبوب ہی نظر آتا ہے۔ غیر نظر نہیں آتا۔ غیر تو صرف شک وشبہ اور وہم کا نام ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

موہ لوہ کام کرودھ ہنکار پنج کڈ و وجود تار

غوطہ وحدت دے وچہ مار کر کے اللہ دا دیدار

مطلب یہ ہے کہ دیدار یار ہی ہر دم ہوتا رہے گا۔ پس اب ہم اگر خیال کریں اور بنظر عمیق ذرا دیکھیں اور ذرا ذہن میں سوچیں کہ شریعت، طریقت اور حقیقت کیا ہے تو پتہ چلے گا کہ دنیا میں رہ کر عقبیٰ کے ساتھ ہونے کا نام شریعت ہے۔ عقبیٰ کے ساتھ ہو کر مولا سے تعلق قائم کرنے کو طریقت کہتے ہیں اور دنیا و عقبیٰ دونوں کو ترک کر کے محض مولا کو اختیار کرنا حقیقت کہلاتا ہے۔ اور مولا کا طالب ہی مردِ مومن ہے۔ عقبیٰ کا طالب مانند عورت ہے اور خدا کو چاہنے والا مرد کہلاتا ہے، حدیث پاک میں آیا ہے۔ ''طالب الدنیا مخنس، طالب العقبیٰ مونث و طالب المولا مذکر" یعنی طالب دنیا خسرہ۔ طالب عقبیٰ عورت اور طالب مولا مذکر (مرد) کہلاتا ہے مگر مولا تک کی رسائی کے لئے چار مقامات کو طے کرنا ضروری ہے۔ اول مقام شریعت کا جس کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے۔ دوسرا مقام طریقت کا ہے جس کا تعلق عالمِ ملکوت

سے ہے۔ سوم حقیقت کا مقام ہے جس کا تعلق عالم جبروت سے ہے۔ چوتھے نمبر پر معرفت ہے اس کا تعلق عالم لاہوت سے ہے اس طرح نفسی، قلبی، روحی اور سری کے چار مقام ہیں۔ اول اتارہ، یعنی برائیوں کی طرف رغبت کرنیوالا۔ دوم لواہمہ یعنی مومنین کی طرف رغبت کرنے والا۔ سوم ملہمہ مجاہدہ نفس کرنے والا۔ یعنی اولیاء اللہ کا نفس۔ چار مطمنۂ یعنی نورِ حق سے آگاہ ہونا اور قلب کے بھی دو مقام ہیں۔ مجازی اور حقیقی، مجازی دِل برائیوں کی طرف رغبت کرتا ہے۔ یعنی اس کا تعلق قرآن حکیم کی اس آیات سے ہے۔ من شر الوالسواس الخناس ۔ یعنی شر سے وسوسہ دینے والا لوگوں کے سینوں میں بائیں طرف واقع ہے اس کا تعلق نفس سے ہے اور دوسرا حقیقی دِل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اس کا تعلق اس آیت سے ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ اس کا تعلق اور مقام انسان کے سینے میں دائیں طرف ہے۔ اس کا تعلق روح سے ہے۔ اِن دونوں کی رگیں عالمِ دماغ میں پہنچ جاتی ہیں۔ اگر نفسی قلب رحمانی قلب پر غالب آ جائے تو زبان سے غیر کلام نکلنی شروع ہو جاتی ہے طرح طرح کے فحش کلمات نکلتے ہیں۔ اگر رحمانی قلب نفسانی قلب پر غالب آ جائے تو زبان سے حق کلام نکلتی ہے۔ گویا وہ کلام خدا کی کلام ہوتی ہے۔ اس کا بولنا عین خدا کا بولنا ہوتا ہے۔ حدیث مبارک لسان الفقر سیف الرحمن ۔ یعنی فقیر کی زبان (بولنا) خدا کی تلوار ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان پیر و مرشد سے تعلق قائم کر کے اپنی پہچان کرتا ہے تو خدا کا ہونا اس میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس کے افعال و کردار برحق ہوتے ہیں۔ اس کا بولنا، چلنا غرضیکہ ہر فعل اور ہر کام عین خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے۔

مقامات نفس کی تفسیر معہ اشکال

پیدائش کے وقت انسانی بچہ ہر قسم کے گناہ وغیرہ سے بالکل پاک ہوتا ہے اور تقریباً دس گیارہ سال تک کوئی گناہ نہیں کرتا۔ اُسے برائیوں کی طرف کوئی رغبت نہیں ہوتی۔ خطراتِ دنیا کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی دنیا کی رنگینیوں سے کوئی واسطہ ہوتا ہے، بلکہ اس کا قلب اپنے پروردگار کی طرف ذوق وشوق سے متوجہ رہتا ہے۔ ہر ساعت اس کی طرف راغب رہتا ہے۔ اللہ اللہ شغل کے طور پر ہی پکارتا رہتا ہے لیکن جب ذرا ہوش سنبھالتا ہے اور سنِ بلوغت کو پہنچتا ہے۔ ہزار ہا رنگین اور دلفریب چیزوں کو اپنے گردوپیش دیکھتا ہے تو اُن سے والہانہ اُنس کرتا ہے اور آسائش دنیا سے تعلق قائم کرتا ہے ہر چیز کے نفع ونقصان کو جانتے ہوئے بھی حرام و حلال میں تمیز کرنے سے گریز کرتا ہے، چونکہ انسان حرام چیزوں میں لذت زیادہ محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اُن کی طرف زیادہ رغبت کرتا ہے۔ طرح طرح کے فسادات، حرص وحسد غضب وغصہ اور عداوت وغیرہ کو اپنا خاصہ بتاتا ہے تو وہی معصوم دِل جو وقتِ پیدائش پاکیزہ ہوتا ہے۔ گناہوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور بچہ اپنے اصل راہ سے ہٹ جاتا ہے۔ وارث شاہ نے فرمایا ہے ۔

”وارث عملاں دے نال خراب ہوندے بچے پاک گناہ توں جمدے نے“

تو جب انسان مذکورہ بالا برائیوں میں پھنس جاتا ہے۔ تو وہ شیطان کا دوست بن جاتا ہے اور اس کے قلب کو روحانیت کی خوراک نہ ملنے سے قلب بیمار پڑھ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قلب کمزور ہو جاتا ہے اور یہ قلب کفر وشرک کی وجہ سے قلب کا رخ برائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور قلب سیاہ رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور انسان مردود، شداد، نمرود اور فرعون سے کم نہیں رہتا۔ نہ خدا کے خوف کا خطرہ ۔ نہ

رسولِ خدا کی اطاعت کی پرواہ جھوٹ بولنا، شراب پینا، یتیموں پر ظلم کرنا اُن کا شیوہ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑ کر رسولِ خدا کی اطاعت سے منہ موڑ لیتا ہے۔ پس ایسے آدمی کا دِل امارہ کہلاتا ہے اور یہ مجازی ہوتا ہے جس کا تعلق والسواس الخناس سے ہے۔

شکل ملاحظہ فرمائیے۔ یہ دِل مجازی دِل ہے اور جاہلیت کی وجہ سے سیاہ ہو چکا ہے۔ اس کا شیوہ بے مرشدی، ماں باپ اور بزرگان دین کی بے ادبی ہے۔ ہر وقت شہوت پرستی اور فتنہ بازی میں مشغولیت رکھتا ہے۔ مسائل نیکی سے خواہ کتنا ہی آگاہ کیا جائے۔ مگر یہ متوجہ نہیں ہوتا اور بزرگانِ دین کے راستے پر آنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ ختم اللہ علی قلوبھم یعنی ایسے قلبوں پر خدا تعالیٰ کی مہریں لگ چکی ہیں۔ اس لئے دنیا کی طرف ہی راغب رہتا ہے۔ اور یہ اندھے آدمی مثل ہوتا ہے کہ جس کو کسی شہر کی سیر کرانے کے بعد پوچھا جائے کہ تونے کیا دیکھا تو کہے گا کہ کچھ نہیں۔ شعر

اُنے تائیں سیر کرایا سارا شہر پھرایا جد مڑ گھر واپس آیا کہے کچھ نظر نہ آیا

ایسے آدمی جن کا قلب جاہلیت کی وجہ سے سیاہ ہو چکا ہے۔ مثل نابینے کے ہیں۔ ان کی سمجھ میں جو آئے گا۔ وہی بیان کریں گے۔ ان کی آنکھ میں جس قدر قوتِ بصارت ہے۔ اُسی قدر وہ دیکھ سکتی ہیں۔ (مثال) چار نابینے آدمیوں کو کہا گیا کہ کسی شہر میں ایک عجیب جانور ہے۔ جس کا نام ہاتھی ہے۔ وہ نابینے اس کو دیکھنے گئے تو ایک آدمی نے ایک اندھے کا ہاتھ ہاتھی کی ٹانگ کو لگوا دیا۔ دوسرے نابینے کا ہاتھ کانوں کو لگوایا۔ تیسرے کا ہاتھ ہاتھی کی پیٹھ کو اور چوتھے کا ہاتھ ہاتھی کی سونڈ کو لگوا دیا۔ واپس

آتے ہوئے چاروں نابینے آپس میں باتیں کرنے لگے اور اُن میں سے پہلے نابینے نے کہا کہ ہاتھی تو مثل پیل پایہ کے تھا۔ دوسرا کہنے لگا کہ ہاتھی چھاج کی مانند تھا۔ تیسرا بولا کہ ہاتھی تو ایک پل کی طرح تھا۔ چوتھا کہنے لگا کہ ستون کی مانند تھا۔ تو مطلب یہ ہے کہ نابینے ہونے کی وجہ سے جس طرح انہوں نے محسوس کیا۔ اسی طرح کی ہاتھی کی تعریف کی۔ اس طرح وہ لوگ جن کے دِل سیاہ ہو چکے ہیں۔ اُن کی آنکھوں پر پردہ آ جاتا ہے۔ اور عقل بھی اصل جگہ پر قائم نہیں رہتی۔ دماغ درست کام نہیں کرتا۔ جس کی وجہ سے وہ صراطِ مستقیم پر نہیں آتے۔ انکی آنکھوں کے اپریشن کے لئے صحبت فقراء اور بیعتِ مرشد کی ضرورت ہوتی ہے، جس سے آنکھ کی بینائی باطنی علم کے ذریعے تیز ہوتی ہے اور دِل روشن ہوتا ہے۔ اور حقیقت شناسی کی حدود کو قریب تر کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ دِل قطعی طور پر آلائش دنیا سے پاک ہو جاتا ہے۔

سامنے والی تصویر ملاحظہ فرمائیے۔ یہ حقیقی قلب ہے جو بیعتِ مرشد کی وجہ سے آلائش دنیا سے پاک ہو گیا ہے اور اس نے مطمئنہ کا نام پایا ہے۔ یہ دِل اس آدمی کا ہے جس نے شریعت پر پورا عمل کیا۔ کامل اولیاء اللہ کی بیعت کی۔ اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ و ریاضت کیا ہے اور ذکر نفی و اثبات اور ذکر پاس انفاس سے اپنی ہستی کو نیست و نابود کیا ہے۔ نفس کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے۔

مروے خصمہ مروے خصم مرے تے وساں گھروے
خصم زندیاں نہ ملی ڈھوئی۔ مویا خصم تا سہاگن ہوئی

اللہ تعالیٰ کے دوست اپنے نفس پر غالب آ کر حقیقی محبت میں مصروف رہتے

ہیں۔ وہ بالکل محبت نہیں کرتے، نہ جنت کا شوق نہ حوروں کی طلب اور نہ ہی دوزخ کا ڈر، دِل میں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی اولیاء اللہ خوفزدہ نہیں ہوتے اور نہ غمگین ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب پاک ہوتے ہیں۔ ان کا قلب حقیقی قلب بن جاتا ہے۔ اور حقیقی قلب کا دِل رگِ ورید سے ہوتا ہے، ہر وقت وہ بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہوتا ہے اور اُن کا نفس امارہ دنیا کی طرف سے مردہ ہوتا ہے۔

جب انسان حقیقی قلب سے شنا سا ہوتا ہے تو اُسے اور بھی منازل طے کرنا پڑتی ہیں مثلاً اول فنا فی الشیخ یعنی تصورِ مرشد میں ہونا۔ دوم فنا فی الرسول۔ یعنی نبی کریم کی محبت میں سرشار ہونا۔ سوم فنا فی اللہ۔ یعنی واصل خدا ہونا۔ مگر شرطِ اول یہ ہے کہ فنا فی الشیخ ہونا ضروری ہے۔ شعر۔

بشکلِ شیخ دیدم مصطفیٰ ؐ را۔ نہ دیدم مصطفےٰ ؐ را بل خدارا

یعنی اس راستے سے انسان بقا باللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں نہ نماز، نہ رکوع، نہ سجود، نہ چلا کشی، نہ ہی ورد، وظائف وغیرہ عائد ہوتے ہیں، کیونکہ انسان ہستی مہمہ سے گزرتا ہوا ہستی مطلق میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام مقامِ وحدت ہے۔ اس کا بیان کچھ نہیں۔ بس یوں ہی سمجھئے۔ ہم نہ تم۔ دفتر گم۔ یہ ایک ایسا عمیق سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ نہ اس کی کوئی تہہ ہے۔ یہاں ایک حکایت بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ حکایت یہ ہے کہ شیخ شبلیؒ سے کسی نے پوچھا۔ کہ ''توحید کیا چیز ہے'' فرمایا کہ اگر اس کا کوئی جواب دیتا ہے تو وہ ملحد ہے۔ اور جو کوئی اس کا بیان کرتا ہے وہ بت پرست ہے جو توحید کی تعریف کرتا ہے۔ وہ مشرک ہے اور جو اس کو نہیں جانتا وہ کافر ہے اور جو کوئی اس کے متعلق سوال کرتا ہے وہ جاہل ہے'' میراں سید بھیکؒ نے بھی فرمایا ہے۔

بھیکؒ بات اگم کی کہن سنن میں نہ　　جو جانے سو نہ کہے جو کہے ہو جانے نہ

نیاز نے بھی ایک شعر لکھا ہے۔

نیاز نہ میں بندہ، نہ میں مولا نہ نوری نہ ناری
ہر دم حیرت حیرت دے وچہ ساری عمر گذاری

مولوی غلام رسول نے بھی اس مقام پر یہ کہا کہ۔

کون ہواؤں میں کون سداواں کون نہیں میں کائی
میں خود کون نہیں کہہ دساں خود تھیں اج پرائی

پس اے انسان یہ منازل اسی صورت میں طے ہو سکتے ہیں۔ جب عالم شریعت سے تعلق قائم کر کے انسان معرفت کی طرف رجوع کرتا ہے، کیونکہ شریعت معرفت سے وابستہ ہے کثرت واحد سے ہے اور واحد کثرت سے ہے۔ بیج درخت سے ہے اور درخت بیج سے ہے انڈہ سے مرغی اور مرغی سے انڈہ، یہ تمام منازل عبور کر کے انسان کی عبادت عبادتِ حق ہو جاتی ہے۔ اس کا دیکھنا، بولنا بھی عبادتِ حق ہوتا ہے اور خوف و خطرات نیز دیگر خواہشات سے پاک ہوتا ہے، کیونکہ قول علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے واللّٰہ اعبد اتقا خوف من النار ولا طمع فی جنتك و لکن وجدتك۔ یعنی قسم ہے۔ میں اللہ کی عبادت نہیں کرتا خوفِ دوزخ سے اور نہ واسطے طمع بہشت کے، مگر کرتا ہوں عبادت صرف تیرے دیدار کے لئے۔ رابعہ بصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ اے رابعہ، تو عبادت کس لئے کرتی ہے۔ خوفِ دوزخ کے ڈر سے یا طلب جنت کے لئے، تو اس نے جواب دیا کہ اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کرو، تو اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ میں ڈالے، اگر جنت کی طلب میں عبادت کرتی ہوں تو خدا مجھے نصیب نہ کرے۔

حدیث مبارکہ میں آیا ہے " الدنیا حرام علی اھل الاخرۃ ولا خرۃ

حرام علی اهل الدنیا و هما حرامان علی اهل الله۔" مطلب یہ ہے کہ دنیا حرام ہے اہل بہشت پر، اور بہشت حرام ہے اہل دنیا پر، اور اللہ والوں کے لئے یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ شعر

ساغرنہ توحید وحدت نوش کن   بعدازاں دنیاو عقبےٰ فراموش کن

یعنی دنیا کی محبت حرص نفسانی ہے اور جنت کی طلب آرامِ جسمانی ہے اور اِن دنوں کا ترک محبت حقانی ہے پس اس لئے طالبِ مولا ہر وقت، ہر حال میں دیدارِ الٰہی کا مشتاق ہوتا ہے۔ بجز اس کے اس کے سامنے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ لہٰذا دوستو۔ خدا تعالیٰ سے عرض گزار ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اپنے راز ہائے بستہ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

لطائف ستہ کا بیان

انسان کے جسم میں بے انتہا فیض و برکات اور تجلیات نور سے بھرے ہوئے چھ مقام ہیں جن کی علیحدہ علیحدہ رنگت ہے اور اُن کا علیحدہ علیحدہ مقام ہے۔ اول لطیفہ قلبی ہے جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے ہے اور اس کے نور کا رنگ سرخ ہے۔ دوسرے لطیفہ کا نام روحی ہے اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے تقریباً دو انگشت چھوڑ کر نیچے کی جانب ہے اس کے نور کا رنگ سفید ہے۔ سوم لطیفہ نفسی کہلاتا ہے جس کی جگہ ناف کے نیچے ہے اور اس کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ چوتھے لطیفہ کا نام سری ہے اس کی جگہ بالکل سینے کے درمیان ہے جس کے نور کا رنگ سبز ہے۔ پنجم لطیفہ خفی کہلاتا ہے اس کی جگہ بازوؤں کے اوپر ہے اور اسکے نور کا رنگ نیلا ہوتا ہے۔ چھٹے لطیفے کا نام اخفیٰ ہے جس کا مقام ام الدماغ میں ہے اور اس کا نور سیاہی چشم کی طرح سیاہ ہے۔

طرز قیام حضرات نقش بندیہ   طرز نو حضرات نقشبندیہ حضرت سید آدم بنوری

مذکورہ لطائف ستہ کو بخوبی ذکر کرنا چاہئے حتیٰ کہ مکمل ان کی واقفیت ہو جائے۔ ان لطائف کے ذکر کے لئے مرشد کے لئے ضروری ہے کہ پوری طرح مرید کی طرف متوجہ ہو اور ساتھ ساتھ حق سے استدعا کرتا جائے اور مرید پر یہ امر کرے کہ وہ اپنی زبان کو تالو سے لگا کر زبانِ دل کی حرکت سے اسم ذات کو کہے اور خود مرشد پوری ہمت سے توجہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے قلب کا مرید کے قلب تک تعلق قائم کرے اور کسی بھی غیر خطرہ کو نہ آنے دے اور جذبۂ قلبی سے مرید کے قلب کو اپنی طرف کھینچے تا کہ اس کی توجہ کے اثر سے لطیفہ میں تحریک اور جنبش پیدا ہو اور ذکر جاری ہو اور ذکر کا نور مرید کے دِل میں قوت پیدا کرے اور ذاکر اللہ تعالیٰ کا ظہور پکڑے اور

اسی طرح مرشد کچھ عرصہ تک کے لئے مرید کی طرف متوجہ رہے اور ارواح متبرکہ اکابر کے اس سلسلہ کو شاملِ حال جان کر اس تصرف کو ان کی مدد سے جانے خیال رہے کہ صنوبری دِل حقیقی قلب کا آشیانہ ہے اور یہ عالمِ امر سے ہے۔ اس کا نام حقیقت جامع ہے اور مرید قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ خیال کرے کہ یہ عادت اللہ کی طرف سے جاری ہے اور فیض حقیقی قلب کے راستے پہنچتا ہے۔

جب لطیفہ قلبی کی مشق ختم ہو جائے اور فنا قلبی حاصل ہو تو اس طرح باقی تمام وظائف کی علیحدہ علیحدہ مشق کرے اور لطائف کی فنا عبادت سے ہے۔ اِن لطائف میں زیادہ سے زیادہ محویت اختیار کرنی چاہیے، تاکہ تکلیف نہ ہو، بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مرید کو قلبی لطیفہ میں تجلیات ظاہر ہوتی ہے اور جہاں تک ممکن ہو۔ یہ کوشش ہو کہ تجلیات آپ پر غالب نہ ہوں اور یہ خیال بھی یقیناً ہو کہ نظر قلبی سے خدا تعالیٰ کا ظہور ہو رہا ہے۔ شعر

آنکھ، کان، ناک، منہ ڈھانپ کر نام نرنجن لے
اندر کے پٹ تب کھلیں جے باہر کے پٹ دے

بعض مشائخوں کے نزدیک انسان دس چیزوں سے مرکب ہے۔ یعنی پانچ عالمِ امر سے ہے اور پانچ عالمِ خلق کے۔ عالم امر کے یہ ہیں قلب روح، سر، غفی، اخفی اور عالم خلق کے مندرجہ ذیل ہیں ایک لطیفہ نفس کا اور چار عناصر یعنی آگ، ہوا، پانی، خاک عالم امر اس کو کہتے ہیں۔ جو امر کن سے ایک بار پیدا ہوا اور خلق اس کو کہتے ہیں جو آہستہ آہستہ پیدا ہوا ہو اور دائرہ امکان اِن دونوں عالم میں شامل۔ آدھا دائرہ امکان اِن دونوں عالم میں شامل ہے۔ آدھا دائرہ اوپر کی جانب عرش تک ہے۔ خداوند قدوس نے جسم انسانی کی تخلیق کی اور اس کو پیدا فرمایا تو عالمِ امر کے پانچ لطیفوں کا انسان کے اوپر کی جگہ تعلق بخش اور اسی کا قطع چھ قدم ہے پانچ عالم امر کے

ہیں، یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفی اور آپ عالم خلق سے ہے یعنی نفس اور قلب گھوڑا اربعہ عناصر سے ہے جس کا تعلق قلب سے ہے جو کہ عالم امر سے ہے، یعنی قلب کی محبت عالمِ امر سے ہوتی ہے۔ نقشہ یہ ہے۔

بیان اَنا

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اخفیٰ، خفی، روح، قلب، سر وغیرہ عالم امر سے ہیں اور نفس، آگ ہوا، پانی، خاک عالمِ خلق سے ہیں۔ اِن مذکورہ دس عناصر سے انسان بنایئے ہے۔ اور جب انسان کسی کامل مرشد کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہے تو وہ مرشد سے محبت اور عشق کرتا ہے تو وہ مرشد اپنے مرید کو مختلف وظائف میں مشغول کرتا ہے۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ تمام مقامات سے واقف ہوتا ہے۔ اخفی، خفی، روح، قلب اور سر سے شناسائی ہوتی ہے اور بالآخر فقر کی منازل کو پہنچتا ہے تو بتدریج اپنے پیرو مرشد کی وساطت سے فنا فی اللہ ہو جاتا ہے اور عشق حقیقی میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ اُسے اپنے آپ کی خبر نہیں رہتی اور ہمہ اوسط کا نعرہ لگتا ہے۔ اپنی زبان سے لفظ اَنا کہتا ہے۔ جیسا کہ بایزید بسطامیؒ نے کہا تھا کہ سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور میری شان بہت اونچی ہے) تو اس طرح اس مقام پر منصورؒ نے بھی (انا الحق) کا نعرہ لگا دیا تھا جس سے عوام الناس نے کفر کے فتوے عائد کر دیئے تھے۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ حق پر تھے اور اپنے اصلی مقام پر پہنچ کر انہوں نے عین وقت پر انا الحق کا نعرہ لگا دیا تھا، جسے عام آدمی سمجھ نہ سکے تختہ دار پر سوار ہونے کے بعد بھی آپ کی روح مبارک سے یہ لفظ نکلتا رہا۔ اگر وہ منصور کی آواز ہوتی تو فوراً بند ہو جاتی، مگر چونکہ وہ حق کی آواز تھی اس لئے بند نہ ہوئی۔ حضور پاکؐ نے بھی ایک مقام پر فرمایا ہے من انسانی فقد راء الحق۔ مطب یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا، اس نے حق کو دیکھا۔

حضرات! مقامِ اَنا تک پہنچنا کچھ آسان کام نہیں لیکن پیر و مرشد کی ایک نظر کامل ہی کافی ہے۔ مرشد کی ذات طرح طرح کے وظائف، چلے وغیرہ کرائے بغیر ہی اپنے مرید کو جہاں تک چاہے اور جو چاہئے مقام بخش سکتی ہے۔ اَنا تک کی رسائی کیلئے

پہلے دوسرے مقامات کو عبور کرنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ لابدی ہے۔ حضور پاکؐ نے اَنا کا مقام اس طرح بیان فرمایا ہے کہ " ان فی جسد ی آدم مصنفة فی فواد وی قلب و قلب فی الروح فی السر و السر فی خفی والخفی فی آنا " ترجمہ یہ ہے کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جو فواد میں موجود ہے اور فواد قلب کے بیچ میں موجود ہے، قلب کا مقام روح میں ہے روح سرّ میں موجود ہے، سرّ خفی میں اور خفی اَنا میں ہے (اَنا کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) باذن اللہ (۲) قم باذنی۔ اور جب انسان مقام اَنا سے واقف ہوتا ہے تو اس کا بولنا حق ہوتا ہے، اس کا ہر فعل حق پر ہوتا ہے اور عشق حقیقی میں سرشار ہو کر بے خودی کی مستی میں آ کر اَنا کا نعرہ لگاتا ہے اور اگر خودی میں آ کر اس قسم کا نعرہ زبان سے نکالتا ہے تو راندہ درگا ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک حکایت بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک دفعہ شیطان لعین منصورؒ کے پاس آیا اور کہا کہ (تُو نے بھی اَنا کا نعرہ لگایا میں نے بھی اَنا کہا تھا) لیکن میں راندہ درگاہ ہوا۔ لعنت کا طوق میرے گلے پڑا، مگر تجھ پر رحمت برستی ہے تو رحمتی ہے، مگر میں لعتنی ہوں اس کا سبب فرما دیجئے تو منصور علیہ رحمت نے جواب دیا کہ اے لعین۔ تو نے جب اَنا کہا اور اَنا کا نعرہ لگایا تو تُو نے خودی میں آ کر لگایا تھا۔ جس کی خاطر بارگاہِ الٰہی سے دُور ہوا۔ مگر میں نے اَنا کا نعرہ بے خودی میں لگایا۔ اس لئے مجھ پر رحمت برستی ہے۔ لہٰذا فقر کے لئے ضروری ہے کہ جب اسے مقام اَنا سے شناسائی ہو جائے۔ تو شیطان کی مثل خودی سے پرہیز کرے۔ بلکہ عشقِ حقیقی میں مستغرق ہو کر بے خودی کی حالت میں رہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے آگے عاجزی انکساری کرنی چاہئے۔ اور یہ التجا کرنی چاہئے کہ اے پروردگار جس طرح تیری اطاعت کرنا حق تھا اس طرح میں ادا نہیں کر سکا، جیسے حضور پاکؐ نے بھی ایک مقام پر فرمایا تھا کہ سبحانك ماعرفتك وحق معرفتك۔ یعنی اے اللہ پاک ہے تیری ذات، ہم سے تیری

معرفت کا حق ادا نہیں ہوا۔ صوفیائے کرام اور عارفین کا کہنا ہے کہ اے فقرا اگر تجھ پر خودی کا غلبہ ہی رہا اور غیریت کے پردے کو پس پشت نہ ڈالا تو تیری تمام عبادات شرک میں داخل ہو جاتی ہے۔ مقام اَنا تک کی رسائی والے کسی عارف کا کہنا ہے کہ نماز پڑھنا بیواؤں کا کام ہے۔ روزہ رکھنا روٹیوں کی بچت ہے۔ مرید کرنا تجارت ہے۔ حج کرنا اپنے نام کی شہرت ہے۔ کرامتیں دکھانا جادوگروں کا کام ہے۔ پانی پر سے گزرنا اور ہوا میں اڑنا وغیرہ مکھیوں کا کام ہے۔ قدبوسی کرنا بتوں کا کام ہے۔ لیکن محض مولا کو اختیار کرنا مردِ مومن کا کام ہے۔ باقی تمام کام جہالت کے کام ہیں اور جہالت ایک ایسا عمیق سمندر ہے جس میں ہزارہا افراد متفرق ہیں لیکن باہر نکلنے سے محروم ہے اور عاجز ہیں لیکن جو فقر ہوتا ہے۔ وہ مقام اَنا تک پہنچ کر اپنی ہستی کو نابود کر دیتا ہے۔ نیاز احمد نے فرمایا ہے کہ نیاز لہری کے روپ میں ایسا ہو جا گم جب اور جا پہ دونوں مار دے رہے ہم نہ تم

پس ہمارے لئے لازم ہے کہ مثل حضور پاکؐ مقام اَنا تک رسائی کریں اور مقام اَنا کو پاتے ہوئے بھی ارکانِ دین کا پابند رہنا چاہیے۔ حضور پاکؐ کی اطاعت بھی جاری رکھیں۔ عالمِ شریعت کا پابند رہ کر اسرارِ حقیقی سے واقفیت پیدا کرے اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ طالباتِ حق کو اپنے مطلب میں کامیابی کامرانی عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

بیان فعل مختاری

حکموں باجھ نہ اُنگل ہلے راز زبان نہ کھولے
ہو ہر بال اندر پر معنی دیکھ متاں دِل ڈولے

حضرات! اِس بیان میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ آیا انسان اپنے افعال و کردار میں خود مختار ہے یا نہیں۔ تو سنیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کا قرآن حکیم میں ارشاد گرامی ہے کہ " لا تتحرك ذكرة الا باذن الله " ترجمہ: خدا کے حکم کے بغیر کوئی چیز بھی حرکت نہیں کرتی۔ تو اس آیت مبارکہ کی تلاوت کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہر چیز کا گھٹنا، بڑھنا، پرورش پانا، مرنا جینا اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ قدرت میں ہے۔ ہر چیز پر اُسے قدرت حاصل ہے، کیونکہ دوسری جگہ پر خدا تعالیٰ کا بیان ہے کہ '' ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو مندرجہ بالا قرآنی آیات کے حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو اپنے افعال میں کسی قسم کا اختیار نہیں ہے جو کچھ ہوتا ہے۔ محض خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، کیونکہ فعل مختاری تین اجزاء سے مرکب ہے۔ اول قضا۔ دوم رضا۔ سوم بندہ کی مختاری۔ سو اللہ تعالیٰ مذکورہ تینوں چیزوں پر قادر ہے، کیونکہ اس نے مقام ازل میں انسان کے لئے جو کچھ با تدبیر بنایا۔ وہی کچھ مقامِ عبدیت میں آ کر اس کے لئے مقدر بنی۔ سب سے پہلے انسان کے لئے ہی اس کی تقدیر لکھی۔ جس کی خلاف ورزی قدرت کے شایانِ شان نہیں۔ حدیث مبارک " عن عبدالله بن عمر كتب الله مقادير الخلايق قبل عن يخلق السموت ولارض بخمسين الف سنة و عرشه على الماء۔ " ترجمہ: عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مخلوق کی تقدیریں اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی ہیں۔ اس وقت جب کہ اللہ

تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ پس یہ تمام کائنات دِن رات، چرند پرند، انسان کی حیات و موت اور قیامت وغیرہ قضا کہلاتی ہے جس کا نام تقدیر ہے اور اس کے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق منشائے خدا رضا کہلاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی منشاء کے مطابق انسان کو عالمِ ازل میں لکھی ہوئی چیزیں یعنی رنج والم راحت و آرام، عزت و ذلت اور شاہی گدائی، نیکی بدی عطار کرتا ہے۔ اس کو رضا کہتے ہیں۔ اور اب چونکہ عالمِ ازل میں لکھی ہوئی چیزیں ہی انسان کو نصیب ہوتی ہیں۔ اس لئے انسان اپنے مقدر اور افعال پر مختار نہیں ہے، کیونکہ جو بھی ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ انسان بذاتِ خود کچھ نہیں کرسکتا، کیونکہ قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ہے، کہ " ولکن یضل من یشاء و یھدی من یشاء " یعنی خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ راہ راست پر لے آتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی کرتا ہے تو اب انسان کی اس میں فعل مختاری کیا رہی۔ خدا تعالیٰ ہی جس کو نیک بنانا چاہتے ہیں اس کو نیک نیتی عطار کرتے ہیں اور گمراہ کرنے کے لئے نیت بد عطار کر دیتے ہیں پس نیک نیتی والا نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور بدنیت والا، بدی کی طرف رجوع کرتا ہے جس کے صِلّہ میں بہشت و دوزخ کا مستحق ٹھہرتا ہے، کیونکہ عالمِ ازل میں لکھی ہوئی قضا اس کے لئے رضا بن کر اس کے سامنے آتی ہے۔ بہشت بہشت میں خواجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار قسم کی روحیں پیدا کی ہیں۔ (اول) وہ روحیں جنہوں نے زبان اور قلب سے ذاتِ خداوندی کو تسلیم کیا۔ (دوم) وہ روحیں جنہوں نے صرف قلب سے ذاتِ خداوندی کو تسلیم کیا۔ (سوم) وہ جنہوں نے صرف زبان سے تسلیم کیا ۔ (چہارم) وہ روحیں جنہوں نے نہ زبان سے خدا تعالیٰ کو مانا اور نہ دِل سے تسلیم کیا۔ یہ روحیں چار قسم کی تھیں۔ جز، کی تفسیر خواجہ صاحب نے ایسے کی کہ (اول) وہ روحیں جنہوں نے زبان اور دِل سے خدا کو تسلیم کیا۔ وہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ اور

مومنین کی روحیں تھیں۔ (دوم) وہ روحیں جنہوں نے دِل سے تسلیم کیا۔ وہ ظاہریت سے غیر شرع تھے۔ ان کا باطن خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ اور بوقتِ موت اُن کا شمار نیکوں میں ہوا۔ (سوم) وہ روحیں جنہوں نے صرف زبان سے خدا تعالیٰ کا اقرار کیا۔ اُن کا ظاہر اسلام کی طرف تھا اور باطن کفر و شرک میں غرق تھا۔ (چہارم) وہ لوگ جنہوں نے دِل سے اقرار کیا اور نہ زبان سے مانے۔ وہ کافر لوگ کہلائے۔ تو پس اے انسان! خدا تعالیٰ نے جس روح کو عالمِ ازل میں جیسا بنایا۔ ویسا ہی عالمِ عبدیت میں خاکی لباس میں ملبوس ہو کر آگئی اور عالمِ ازلی میں جب روحوں کو پیدا فرمایا۔ تو اس وقت ہر روح کو اپنے فصلوں کے ساتھ پیدا کیا۔ روحیں تو ایک ہی تھیں۔ لیکن ملکوں میں جدا جدا تھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر کام حکمت سے کیا ہے جس میں کوئی کمی بیشی نہیں۔ یثاق کے دِن جب کل روحوں کو رب العزت نے آلست بربکم۔ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو تمام روحوں نے اقرار کیا۔ قالو بلیٰ ۔ کیوں نہیں۔ تُو ہمارا خالق مالک ہے۔ جب اقرار کیا گیا۔ پھر عالمِ مثال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام روحوں کو زیارت کرائی۔ خواہ نبی ہو، ولی ہو، اصحابی ہو، نیک ہو، برا ہو، سب روحوں نے عالمِ مثال میں حضورؐ کی زیارت کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کوئی میرے محبوب سے محبت کرے گا اس کو میں جنت دوں گا جو کوئی بغض کرے گا۔ اس کے لئے دوزخ ہے۔ وہاں بھی سب روحوں سے اقرار لیا۔ عالمِ مثال سے جب عالمِ شہادت میں روحیں ظہور میں آئیں۔ تو ہر روح کو اپنے اپنے وقت میں جسمِ کثیف ملا جس وقت مجسم جسم ملا اور مرتبہ بلوغت تک پہنچا تو بالغ ہو کر ہر روح اپنے جسم میں فعلوں کے مطابق حرکت کرنے لگی۔ کسی نے حضور پاکؐ کو زبان مبارک سے تسلیم کیا۔ کسی نے دِل سے تصدیق کی۔ کسی نے روح سے تصدیق کیا اور کسی نے مانا ہی نہیں۔ وہ یہاں آکر خامیاں نکالنے لگے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ غرضیکہ ہر کسی کی

جو اپنی ازلی فطرت تھی اس قسم کے فعلوں میں ہی ظہور میں آیا۔ آتے ہی اپنے اپنے
فعلوں میں مختار ہوئے اس لحاظ سے تو یہ اس طرح فعلوں پر مختار ہوا۔ حقیقت میں کوئی
مختاری نہیں۔ اور جس جگہ کا ہے اسی جگہ میں جائے گا، کیونکہ ہر چیز اپنے اصل مقام
(اصلیت) کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جب ازل میں ہی
روح کے مطابق فعل بنے تو یہ بریٔ الذمہ تھا، پھر جزا و سزا کے کیا معنیٰ؟ اس مسئلہ کو
سمجھنے کے لئے پیشوائی کی بڑی ضرورت ہے۔ کسی مردِ کامل کی صحبت میں بیٹھ کر سمجھے تو
جنت میں جائے گا۔ جنتی۔ دوزخی ہے تو دوزخ میں جائے گا۔ مسئلہ تو صاف ہے۔ دنیا
میں تو صرف گواہی کے لئے آئے۔ تا کہ ہر چیز اور ہر آدمی بلکہ ہاتھ پاؤں بھی گواہی
دیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو عالمِ ناسوت میں یہ جہان قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اچھے
برے، نبی، ولی کی تمیز نہ ہوتی۔ صرف ایک دوسرے کی پہچان کے لئے یہ سلسلہ حکمت
کے ساتھ بنایا ہے بنانے والی ذات اقدس ہے۔ یہ چیز اس کے قبضہ میں ہے۔ اس
لئے ذات محیط ہے اور حکمت والی ہے۔

اس بیان کو سمجھنے کے لئے یہ مثال سامنے رکھیئے۔ کہ جس طرح فلم پہلے بن
کر بعد میں سینما ہال میں چلتی ہے اور اپنے اپنے وقت پر یہ فوٹو پردہٗ سکرین پر آ کر
کام کرتا ہے، اسی طرح رب العزت کی ازل میں بنائی ہوئی فلم اِس جہان کے ہال
میں اپنے اپنے وقت پر چل رہی ہے۔ یہاں کوئی تدبیر کام نہیں کرتی۔ یہ علم و عقل سے
بالاتر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے محض خدا تعالیٰ کی جانب سے ہوتا
ہے۔ بندہ بے کس و مجبور ہے اور اس کے اختیار میں کچھ نہیں۔ گناہ و ثواب جو کچھ
انسان کو ملتا ہے۔ خدا کی طرف سے ہی ملتا ہے۔ لیکن خیال رہے کہ یہ کہنا درست نہیں
ہے کہ گناہ خدا کراتا ہے بلکہ انسان کو چاہئے کہ گناہوں کو اپنے اوپر عائد کرے اور
نیکیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے منسوب کرے، کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل و فہم

دل و دماغ اور ہوش وحواس عطا کئے ہیں۔ وہ سوچ سکتا ہے کہ فلاں کام گناہ ہے۔ اور
فلاں کام نیکی ہے۔ یہاں ایک لطیفہ ملاحظہ فرمائیے۔

پھلوں کے کسی باغ میں ایک آدمی چلا گیا اور وہ کسی ایک درخت پر چڑھ کر
پھل توڑنے لگا۔ جب اس باغ کے مالک کو پتہ چلا تو وہ فوراً آیا۔ پوچھا، کہ اے
انسان تو کس کی اجازت سے باغ میں آیا ہے اور پھل کیوں توڑ رہا ہے تو اس نے
جواب دیا کہ اے باغبان۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو نے قران شریف نہیں پڑھا۔ اس میں
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرتا" خدا
تعالیٰ نے جب یہ ارشاد فرمایا ہے تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ اتنی بڑی لاش یعنی میرا وجود
اس درخت پر کیسے چڑھ گیا اور میں اس کے حکم سے پھل توڑ رہا ہوں۔ باغبان نے سنا
تو کہا کہ نیچے اُتر آؤ۔ تو باغبان نے اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور ساتھ کہا کہ یہ سزا
بھی تجھے حکم خداوندی سے ہی مل رہی ہیں۔ پاس اے انسان۔ تجھ میں سوچنے سمجھنے اور
غور کرنے کی صلاحت موجود ہے، اس لئے اپنی عقل وفہم سے تُو ہر اچھے برے کام میں
تمیز کر سکتا ہے۔ اس لئے گناہوں کو اپنے خدا کی طرف سے عائد نیکی کرنا چاہئے، بلکہ
برائی کو اپنا فعل جاننا چاہئے۔ حکایت مولانا روم۔

کسی بادشاہ کے دو وزیر تھے۔ ایک دن اُن وزیروں سے بادشاہ نے کہا، کہ
تم پانی کے بھرے ہوئے اس حوض میں غوطہ بھی لگاؤ اور اپنے کپڑوں کو بھی خشک رکھو۔
مطلب یہ ہے کہ غوطہ لگاتے وقت کپڑے نہ بھیگ جائیں۔ پہلے وزیر نے غوطہ لگایا۔
کپڑے بھیگ گئے۔ بادشاہ نے پوچھا تو جواب دیا کہ آقا، اس میں میرا کیا قصور ہے،
پانی میں کپڑے بھیگ ہی جاتے ہیں۔ آپ کا یہ سوال کرنا درست نہیں۔ دوسرے وزیر نے
غوطہ لگایا۔ اس کے کپڑے بھی بھیگ گئے۔ پوچھا گیا تو بادشاہ کو وزیر نے یہ جواب دیا کہ
حضور یہ میری غلطی ہے کہ میرے کپڑے پانی میں بھیگ گئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ تو پہلے

وزیر کی طرح کیوں نہیں کہتا تو اس نے جواب دیا کہ عالیجا ! آپ کا خادم ہوں۔ میں کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا قصور ہے۔ اگرچہ یہ پانی کی خاصیت ہے کہ اس میں گرنے والی چیز بھیگ کر ہی نکلتی ہے، لیکن میں اِسے بھی اپنی غلطی تصور کرتا ہوں۔ آپ پر حرف لگانا خود کو ہلاکت میں گرانا ہے۔

تو اس طرح انسان کو چاہئے کہ اپنے گناہوں کو اپنے خدا کی طرف سے نہ جانے حالانکہ خدا قادر مطلق ہے اور مختارِ کل ہے اس طرح پیرومرشد کی مثال بھی ایسے ہی ہے کہ اگر مرشد اپنی زبان اقدس سے کوئی امر مرید پر عائد کر دیتا ہے تو مرید کے لئے لازم ہے کہ وہ یہ خیال نہ کرے کہ یہ مرشد کی غلطی ہے بلکہ وہ اپنی غلطی تصور کرے اور خیال کرے یہ میری سمجھ میں ہی بات نہیں آئی۔ یا یہ کہ میرے ذہن کی رسائی یہاں تک نہیں ہے۔ بلکہ کوشش کرے کہ نیت کو پاک صاف رکھے۔ نیک بننے کی تگ ودود کرے۔ اگرچہ یہ چیز بھی خدا کے قبضہ میں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اللہ یحبتی الیه من یشاء الیه من ینیب۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ برزگی عطا کرتا ہے۔ اپنی طرف سے جس کو چاہتا ہے اور وہ ہدایت دیتا ہے جو صاف نیت کرتا ہے۔ پس اِن تمام کاموں پر خدا تعالیٰ قادر ہے۔ جو کام بھی انسان سے سرزد ہوتا ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف سے ہوتا ہے، یہاں ایک شبہ ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہر کام خدا تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے تو اچھے برے افعال کی جزا وسزا کا انسان کیوں مستحق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ نیت کا مختار ہے۔ اپنی نیت کو نیک یا بد کرنے پر سزا وَ جزا کا مستحق بن جاتا ہے، اور خدا تعالیٰ نے دو راستے (نیکی اور بدی) انسان کے آگے رکھ دیئے ہیں۔ اور انسان کو عقل و دماغ عطا کر دیا ہے۔ وہ اِن سے کام لے سکتا ہے اور اِنسان کے آگے اچھے کام کیلئے جزا اور برے افعال کے لئے سزا بھی مقرر کر دی ہے۔ تا کہ انسان خدا داد علم اور ذہن سے کام لے کر اِس کے احکام کی فرمانبرداری

کرے۔ پس انسان کے لئے لازم ہے اور برے کاموں کی طرف رجوع نہ کرے اور عجز وانکساری میں رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ جب انسان من عرف نفسہ کی پہچان کر لیتا ہے اور فنا فی اللہ کی منازل طے کر لیتا ہے تو اس وقت وہ اپنے افعال وکردار پر مختار ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کا بولنا، چلنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرضیکہ ہر فعل حق ہوتا ہے کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ لسنا الفقر سیف الرحمٰن۔ یعنی فقر کی زبان خدا تعالیٰ کی تلوار ہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے محبوب کے صدقہ سے مسائل خود مختاری کو سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفی عطا فرمائے۔ آمین۔

بیانِ عشق

حضرات! عشق کی حقیقت، اہمیت اور ضرورت واضح کرنے کے لئے مولوی غلام رسول کے چند ایک اشعار لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

عشق بناں دِل مردہ غافل کس گنتی وچہ آوے
عشق ولاں نوں صقل غماں تھیں کرشیر دکھاوے

مزہ نہیں بن عشقوں دِل نوں نور نہیں روشنائی
غم برہوں دے لذت باجھوں دِلنوں ذوق نہ کائی

باجھوں عشق حیاتی نہ ہیں درد غماں دی گھاٹی
ایدوں بھلا ایہی لکھ واری تیغ وگے وچہ چھاتی

عشق اندھیری جاں سر جھلے کھاویں جگر ہو لارے
خودی تکبر ، مان ، غرورت جان پلک وچ مارے

حضرات! یہ عشق وہ عشق ہے کہ جس نے بھی اُسے اپنایا۔ اُسے آلام ومصائب سے دوچار ہنا پڑا۔ طرح طرح کی تکالیف میں سے گزرنا پڑا۔ مثلاً حضرت بلال نے عشق کیا تو کفارِ مکہ نے مصیبتوں کے پہاڑ آپ کے راستے میں حائل کر

دیئے، مگر آپ نے بھی محبت و استقلال کا وہ ثبوت پیش کیا، جس کی مثال ملنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ دیکھنے والوں کے لئے حضرت بلال کا وہ عشق حقیقی ایک مصیبت کا گھر تھا۔ مگر اُن کے لئے ایک منزل تھی جس کو انہوں نے بصد شوق طے کیا۔ ہر ایک چیز کو پس پشت ڈال دیا۔ مگر عشقِ حقیقی کے دامن کو نہ چھوڑا۔ حدیث۔ العشق نار یحرك ما سوا الله۔ یعنی حضور پاک نے فرمایا: کہ ''عشق کی آگ سوائے خدا کے ہر ایک چیز کو جلا دیتی ہے۔'' نیز صوفیائے کرام اور اہل محبت فرماتے ہیں کہ دوزخ کی آگ اس عاشق سے پناہ مانگتی ہے جس کے دِل میں عشق و محبت کی آگ ہے یہ محبت خاص خدا تعالیٰ کی محبت ہے جب انسان عشق و محبت میں اتنا استغراق پیدا کر لیتا ہے تو اس کے قلب میں عشق کی ہی آگ ہر وقت بھڑکتی ہے سوائے عشق کے اُسے کسی اور چیز کا علم ہی نہیں ہوتا۔ حدیث۔ فی فواد الحب نار هو اصر من نار الجنم۔ عاشقوں کے دلوں میں جو آگ ہوتی ہے وہ دوزخ کی آگ سے زیادہ گرم ہوتی ہے۔ پس اے انسان، جس دِل میں خدا کی محبت نہیں۔ وہ دِل دوزخی ہے اور دوزخ کی آگ اس پر زیادہ تیز ہوتی ہے اور جس کے دِل میں خدا کا عشق اور محبت ہے۔ اس کے سامنے جہنم کی آگ کی کوئی حقیقت نہیں۔ بالکل ٹھنڈی ہوتی ہے، بلکہ مانندِ گلزار ہوتی ہے۔ حدیث۔ النار ترحم لمن فی قلبه نار۔ یعنی آگ اس پر رحم کرتی ہے جس کے قلب میں عشق و محبت کی آگ ہو۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چخہ میں ڈالا گیا۔ مگر آگ فوراً مانندِ گلزار ہوگئی۔ خود خدا تعالیٰ نے فرمایا: قلنا یا نار کوفی برد و سلام علی ابراهیم۔ یعنی اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا۔ اور سلامتی والی بن جا۔ اے انسان غور کر کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی صرف اس لئے کہ اُن کے دِل میں خدا تعالیٰ کے عشق اور محبت کی آگ تھی۔

اقبالؒ کا شعر ہے ۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق   عقل تھی محوِ تماشائی لبِ بام ابھی

جو اس آگ سے زیادہ گرم اور تیز ہوتی ہے سلطان العارفین نے کہا ہے کہ ۔

زاہد از بہیم دوزخ چند ترسانی مرا   آتش دارم کہ دوزخ تیرواں خاکستر است

یعنی اے زاہد تو مجھے دوزخ سے کیا ڈراتا ہے۔ میرے سینے میں وہ آگ ہے جس کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ راکھ ہے۔ دوسری جگہ پھر فرمایا کہ ۔

چوں در آتشِ عشق شد خترلم   دل دوزخ آتش گرفت از دلم

پس ہمیں چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور عشق میں استغراق پیدا کریں کیونکہ جو خدا سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے یحبھم و یحبونہ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ یعنی تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کرتا ہوں۔ ایک دِن صحابہ کرام نے حضورؐ سے پوچھا کہ سب سے اچھا عمل کونسا ہے تو فرمایا تخلقو باخلاق اللہ۔ محبت اور خدا تعالیٰ کا اخلاق دِل میں پیدا کرنا سب اچھا عمل ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ میں انسان کے نہ اعمال دیکھتا ہوں۔ نہ اس کی نیکی، نہ برائی، نہ عبادت، نہ ریاضت، زہد اور نہ تقویٰ، بلکہ اِس کے قلب میں اپنی محبت دیکھتا ہوں اور جب میں انسان کے دِل میں اپنی محبت ڈال دیتا ہوں تو میں خود اس کا نگہبان ہو جاتا ہوں اور جو دِل اپنے معبود اور اس کی محبوب کی محبت سے خالی ہے۔ وہ دل دل نہیں ہے، بلکہ مانند خاک ہے۔ سلطان العارفین کا قول ہے۔

دل کہ از اسرار خدا غافل است   دِل ناتواں گفت کہ مشت گِل است

مطلب یہ ہے کہ جو دل اسرار خداوندی سے محروم ہے۔ اُسے دِل نہ کہو، بلکہ

وہ تو خاک کی ایک مٹھی ہے۔ دِل تو ایک خدائی خانہ کعبہ ہے۔ جس میں ہر وقت اس کا بسیرا ہے، گر اے انسان! تُو نے اپنے دِل کو شیطان کے پنجے میں کیوں دے رکھا ہے۔ تیرا قلب وہ دِل ہے جسے ابراہیمی کعبے پر فوقیت ہے مگر محض اس صورت میں کہ جب دِل میں عشق و محبت کی آگ ہو، ورنہ مشتِ خاک۔ شعر۔

دِل کعبہ اعظم است زاں کعبہ آب و گِل   آصد ہزار کعبہ بود درمیان دِل

یعنی دِل گارے اور پتھر سے بنے ہوئے کعبہ کے مقابلہ میں بدرجہا افضل ہے ویسے دِل میں لاکھوں کعبے سمائے ہوئے ہیں۔ شعر ۔

دِل کعبہ اعظم است بکن خالی از بتاں   بیت المقدس است بکن جائے دیگراں

یعنی اگر اے انسان! تو اپنے دِل کو برائیوں، غلاظتوں اور بتوں سے پاک کرے تو یہ کعبہ اکبر ہے۔ یہ بیت المقدس ہے۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں خدا کا تخت ہے۔ قلوب المومنین عرش اللہ تعالیٰ۔ یعنی مومنوں کا دِل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

لہٰذا اے انسان! تیرے جسم میں خدا تعالیٰ نے صرف ایک قلب بنایا ہے۔ دو دِل پیدا نہیں کئے۔ تیرا دِل وحدت کا ایک خزانہ ہے یعنی تیرے دِل میں سوائے خدا کے کسی اور کی محبت یا طلب نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ دل میرا عرش ہے اور عرش وہ جگہ ہے، جہاں میں رہتا ہوں۔ حدیث: ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے دو دِل نہیں بنائے۔ جس سے دو چیزوں کا خواہشمند ہو۔ جب ایک ہی ہے تو اوروں کی محبت فضول ہے۔ مگر محبت کی بھی دو اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ایک نفسی محبت اور دوسری قلبی محبت۔ نفسی محبت وہ محبت ہے جو مال، اولاد، دنیا رشتہ داروں وغیرہ کی محبت ہے اور یہی محبت انسان کو گمراہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے: یـا ایھاالـذیـن امنو لا تلھکم اموالکم واولادکم عن ذکر اللہ۔
ترجمہ: تمہاری عورتیں اور تمہاری اولاد تمہاری دشمن ہے۔ پس دور رہو ان کی محبت سے۔ پس حضرات! جہاں تک ممکن ہے۔ نفسانی محبت سے بچنا چاہئے اور اپنے مال، اولاد، عورتوں وغیرہ کی محبت کو ترک کر کے بس ایک واحد خدا کی عبادت کی طرف جھک جانا چاہئے۔ تاکہ آخرت میں سرخروئی حاصل ہو سکے۔ لہٰذا انسان کے قلب میں ایک واحد خدا اور اس کے رسول کی اطاعت وغیرہ وفرمانبرداری ہونی چاہئے نفسانی محبت فانی ہے۔ اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

دوسری محبت قلبی محبت کہلاتی ہے جو نفسانی محبت سے ہٹ کر خداوند کریم کی محبت کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اُس کے رسول کی اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ پس جب خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت دل میں بدرجہ اتم زور پکڑ لیتی ہے تو اس کو عشق حقیقی کہتے ہیں۔ عشق حقیقی وہ عشق ہے جس کا طالب صرف اپنے محبوب کو ہی چاہتا ہے اور اس عاشق کو اپنے محبوب کے عشق میں آکر محبوب کے تعلق داروں سے بھی محبت کرنا پڑتی ہے۔ مثلاً اہل بیعت اصحابہ کرام اور اولیاء اللہ سے محبت کرنا اس عاشق کا اولین فرض ہے۔

جب انسان بحر محبت میں انتہائی گہرائی تک غوطہ لگاتا ہے تو وہی محبت عشق کا نام پکڑ لیتی ہے اور اپنے محب کا نام عاشق رکھتی ہے جس کے لئے مختلف منازل طے کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ عاشق کی یہ حالت ہوتی ہے۔

عاشقاں راسہ نشانی اے پسر   آہ سرد۔ رنگ زرد چشم تر

یعنی عاشق ہمہ وقت محبوب حقیقی کے نشہ میں سرد آہیں بھرتا ہے۔ اس کے ذوق میں رنگ زرد پڑ جاتا ہے اور اس کی جدائی میں اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے ہیں اور جب عاشق عشق میں انتہائی محویت اختیار کرتا ہے۔ تو اس کے وجود سے

غیریت کا پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ پھر اس کو مجاز بھی حقیقی معلوم ہوتی ہے اور مجازی عشق میں حقیقی عشق کا پہلو نظر آتا ہے۔

حکایت: محمد بخش نگیلا بیان کرتے ہیں۔ کہ کسی بادشاہ کا ایک دھوبی تھا جو کپڑے دھو کر اس کے محل میں لاتا تھا۔ ایک دفعہ وہ دھوبی کپڑوں کو لے کر بادشاہ کے محل میں گیا تو اس کی نظر شہزادی پر پڑ گئی۔ شہزادی اس قدر حسین وجمیل تھی کہ وہ اس پر عاشق ہو گیا۔ واپس گھر آیا تو اس کے عشق میں دیوانہ ہو گیا۔ اس دیوانہ پن کے عالم میں ہی ہر وقت رہنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دھوبی سخت بیمار پڑ گیا۔ والدہ نے پوچھا تو اس نے تمام حقیقت کھول دی۔ اور سارا ماجرا کہہ دیا۔ والدہ نے اسے سمجھایا، مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ایک دن اس کی والدہ شہزادی کے پاس گئی اور چپکے سے ساری کہانی سنائی۔ تو شہزادی نے کہا کہا اے مائی۔ اگر تیرا بیٹا مجھ سے محبت کرتا ہے تو اسے کہہ کہ وہ لباس فقرا میں جنگل میں بسیرا کرے اور میں اپنے ابا جی اجازت لے کر آؤں گی۔
پس اس کے کہنے پر وہ دھوبی فقیری جبہ پہن کر جنگل میں جا بیٹھا اور اللہ اللہ کرنے لگا۔
کچھ دنوں کے بعد وہ شہزادی گئی، مگر اس نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، شہزادی نے کہا کہ میں وہی بادشاہ کی بیٹی ہوں، جس پر تو عاشق تھا تو اس نے جواب دیا کہ میں بھی وہی ہوں، مگر میری آنکھیں اب دیار الٰہی کر چکی ہیں۔ اب یہ آنکھیں آپ کو دیکھنے کے قابل نہیں ہیں۔ پس حضرات! جس طرح وہ عشق مجازی میں آکر اتنا محو ہوا کہ اپنے حقیقی خدا سے جا ملا اور عشق مجازی بھی اس کے لئے عشق حقیقی میں بدل گیا، عشق بھی مانند بھٹی کے ہے کہ جس میں لوہا پھینکیں تو آتش کی صحبت میں لوہا اپنا رنگ۔ اتنا بدلتا ہے کہ خود آگ ہو جاتا ہے اور آگ کی یہ خاصیت ہے کہ آگ کو جہاں رکھیں دوسری چیزوں کو جلا کر آگ بنا دیتی ہے۔ پس اے پیارے اپنے پیرو مرشد سے بیعت کر کے اِس قدر محبت کر اور عشق رسول اس قدر اپنے آپ میں پیدا کر کہ تُو

واصل خدا ہو جائے۔ اور عشق میں اس قدر محویت اختیار کر کہ تجھے اپنے آپ کی خبر نہ رہے۔ جیسے میراں سید بھیکؒ نے کہا ہے۔

صوفی سدا اسماد میں رہے اپنے آپ کو کھو   جہاں نہ ہووے، دوسرا یا ھو یا ھو ہو

اس لئے اپنے پیرو مرشد سے اس قدر محبت کرنی چاہئے کہ اس کا ہونا تیرے اندر داخل ہو جائے۔ مولوی غلام رسولنے کہا ہے کہ ۔

جس دن داتوں میں وچہ آیوں میرا رہیا نہ کائی
جس دِن دا میں تینوں ڈٹھا درداں نے لٹ پائی

جس دنِ دا میں تینوں ڈٹھا ہور ڈٹھا ست پایا
جس دن دا میں تینوں پوجیا تے پوجن دو ل آیا

بس اے انسان! تُو بھی اپنے محبوب پر عاشق ہو کر اس کے امر کا پابند ہو جا اور پھر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت نہ کر۔ بلکہ اپنے مرشد کی اطاعت فرمانبرداری میں لگا رہنا چاہئے اور پھر دوسرے کام از خود درست ہوتے جائیں گے۔ میراں سید بھیک کا قول ہے۔

اپنے گُر کی بیل کو نیر بجن سے سینچ   ایہہ آپ ہی اُگ جائیں گے تیرے الٹے سلٹے بیج

مقام عشق میں آ کر بعض مصائب اور تکالیف بھی آتی ہیں مگر راہِ راست سے منہ نہیں موڑ نا چاہئے۔ کسی بزرگ نے فرمایا کہ میں نے ایک جنگل میں ایسے فقیر کو دیکھا جو اتنا نحیف و ازار تھا کہ چیونٹیاں اس کے جسم کو کاٹ رہی تھی۔ مگر اس کی زبان سے اپنے محبوب کا ذکر جاری تھا۔ اس طرح رابعہ بصریؒ ایک دفعہ بیماری ہوئیں۔ تو ایک بزرگ ان کی عیادت کو گئے اور کہا کہ اے رابعہ۔ خدا تعالیٰ تجھے شفا دے۔ رابعہ

کہنے لگی کہ اے بندۂ خدا۔ تُو میرے اور میرے رب کے درمیان کیوں خلل ڈالتا ہے۔ کیا اُسے خبر نہیں ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے۔

عاشق لوگ مصیبتوں اور رنج و الم سے گھبراتے نہیں۔ بلکہ بصد خوشی ان کو برداشت کرتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ اپنے محبوب حقیقی کا ذکر بھی رواں رکھتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے محبوب ناناؐ جان کے اسلام کی خاطر اپنے تمام اہل و عیال کو قربان کر دیا بلکہ خود بھی قربان ہو گئے اور صبر تحمل سے کام لیا۔ اور اپنے نصب العین میں کامیاب رہے۔

عشق کڑاہی تیل ہجر ادا بر ہوں تڑ قالایا   اس منزل وچہ مرگیوں باجھ کسے آرام نہیں پایا

عشق کی منزل بھی ایسی ہے کہ اس کے رستے میں طرح طرح کے الزامات، مصائب اور رنج و غم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ شعر۔

راہِ وصال دوست سراسر ملامت است   آن کس قبول کرد ملامت سلامت است

یعنی محبوب کے وصال کی راہ سرار ملامت ہے، لیکن جو ملامت قبول کرتا ہے۔ وہی سلامت رہتا ہے۔ حدیث: المومن لا یخلو عن العلت و لقلت ولذلت۔ یعنی مومن تین باتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ ایک تن میں بیماری۔ دوسرا تنگدستی۔ تیسرا لوگوں کی تہمت۔ حضور پاکؐ میں بھی تینوں باتیں موجود تھیں، کیونکہ اُن پر یہود و نصاریٰ طرح طرح کے الزامات تراشتے تھے۔ گھر میں تنگدستی تھی اور جسم مبارک پر اکثر بیماری رہتی تھی۔ لیکن اِن چیزوں کے باوجود ہمیشہ ذکر اذکار میں مشغول رہتے۔ عشق حقیقی میں ہمیشہ سرشار رہتے۔ پس جب انسان عشق حقیقی میں انتہائی محویت اختیار کر لیتا ہے تو اسرارِ وحدیت سے شناسائی حاصل کر لیتا ہے۔

امیر خسرو کا شعر ملاحظہ فرمائیے ۔

من تو شدی تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی   تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حضرت بلّے شاہؒ نے بھی ایک جگہ فرمایا ہے۔

رانجھا رانجھا کہندی تے میں آپے رانجھا ہوئی
آکھوئی مینوں دیدو رانجھا ہیر نہ آکھو کوئی

جس دے نال میں نیو لگایا اوہی جئی میں ہوئی۔ یعنی جس وقت معشوق کے عشق میں انسان اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ یہ اپنا آپ نیست و نابود کر دیتا ہے۔ تو اس کا بولنا، چلنا، دیکھنا اور دیگر افعال محبوب کے ہو جاتے ہیں ۔ بشرطیکہ ذیل کی مثال کے مطابق نقلی عشق نہ ہو۔ حکایت :۔ ایک ملاں نماز پڑھا رہا تھا۔ کہ ایک عورت اس کے سامنے سے گزر گئی ملاں نے نماز توڑ کر کہا کہ اے عورت۔ تُو نے مجھے نہیں دیکھا کہ میں نماز پڑھ رہا وہس۔ عورت نے کہا۔ مجھے اپنے پروردگار کی قسم میں تو اپنے مجازی عاشق کی طلب میں اس قدر شوق و للہ عشق میں جاری تھی۔ کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ مگر تُو تو بتا کہ تُو نے حقیقی خدا کی نماز پڑھتے پڑھتے مجھے کیسے دیکھ لیا۔ مولوی سخت شرمندہ ہوا۔ اور بعد میں نماز میں اس قدر استغراق پیدا کیا کہ پھر اپنے اصل مقصد کو پا لیا۔ لہٰذا سچے اور خلوص دِل سے محبوب کے نشہ میں سرشار رہتے ہوئے عشق کی منزل کو طے کرنا چاہیئے۔ محبوب کی خاطر اپنا گھر بار، سبھی کچھ اس پر جانثار کر کے اس کی رضا جوئی حاصل کرنی چاہیئے۔

حکایت: ایک دفعہ لیلٰی نے ایک پیالہ نوکر کے ہاتھ دے کر بھیجا کہ جاؤ مجنوں سے کہو کہ تیری لیلٰی آج تجھ سے خون کی طلبگار ہے۔ تو جب نوکر نے جا کر مجنوں سے خون کے بارے میں کہا تو اس نے فوراً اپنے سارے جسم پر چھری لگائی۔ مگر خون نہ نکلا۔ واپس آ کر نوکر نے سارا ماجرا سنایا۔ تو لیلٰی نے کہا کہ میرا لباس اٹھا کر دیکھ اس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خون دینے کی خاطر مجنوں نے جتنی چھریاں اپنے جسم پر لگائی تھیں۔ شعر:

کرائی فَسد مجنوں نے خون لیلٰی کے جا نکلا
یہ نشتر تھا محبت کا اِدھر مارا اِدھر نکلا

پس اے یار۔ محبوب کی محبت ایسے ہونی چاہیئے۔ جیسے مجنوں کی محبت تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حسنین پاک نے علی علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ اے ابّا جی۔ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت آپ دونوں سے ہے۔ تو امام حسین نے فرمایا۔ کہ ابّا جی۔ آپ نے ہمارے دِل کی تسلّی کے لئے یہ کہا ہے، مگر سچ پوچھتے۔ تو سب سے زیادہ محبت آپ کو اللہ اور اس کے رسول سے ہے۔ بس اس طرح مال اولاد کی محبت ترک کر کے حقیقی محبت کو دِل میں لانا چاہیئے۔ عشق حقیقی اپنے آپ میں پیدا کریں۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ اس کا دامن تھامے رکھنا چاہیئے۔ مولوی غلام رسول نے کہا ہے کہ ۔

عشق چنگا پر اوکھے پینڈے مرد ہووے دکھ جھلّے
واٹ چلے دکھ پاون ویلے چپ رہے دم ہلے

واہ واہ عشقا کیا ہی چنگا جس وچہ کل آزادی
اس دنیا دی وچہ غماں دے جھل متاں بربادی

مرد اڈر دانس نہ جاویں ویکھ چمکدیاں تیغاں
نسے جاندے خود پچھتاندے مردے نال دریغاں

مولوی غلام رسول کے اِن اشعار کے ساتھ بیان عشق ختم کرتا ہوں۔ خدا تعالٰی مجھے اور آپ کو اپنا عشق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

بیانِ محبتِ فقراء

حضرات! یوں تو ہر بیان اپنی اپنی فضیلت میں باکمال ہے۔لیکن محبتِ فقرا کا یہ مختصر سا بیان اپنی مثال آپ ہے۔ کیونکہ محبتِ فقرا ایک ایسی محبت ہے جو انسان کو برائیوں سے ہٹا کر نیکیوں کی طرف رجوع کرتی ہے۔ بلکہ ذاتِ الٰہی سے تعلق پیدا کرتی ہے۔حدیث مبارکہ! من اراد یجلس مع اللہ فالیجلس مع اھل تصوف۔ حضور پاکؐ نے فرمایا: کہ جو کوئی اپنے خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہئے وہ صوفیائے کرام کے پاس بیٹھے۔پس ہمیں چاہئے کہ محبت بد کو ترک کر کے نیک صحبت اختیار کریں۔صوفیائے کرام اور فقراء لوگوں کے پاس بیٹھیں۔تا کہ ہمیں حقیقت سے شناسائی حاصل ہو۔مولانا روم نے بھی فرمایا ہے کہ

ہر کہ فواہد ہم نشینی با خدا　　　او نشیند در حضورِ اولیاء

مطلب یہ ہے کہ جو کوئی چاہئے کہ خدا کے پاس بیٹھے۔تو وہ محبت فقرا حاصل کرے۔ جو کئی اس محبت کو ترک کر دیتا ہے۔وہ خدا تعالیٰ سے بھٹک جاتا ہے۔دوسری جگہ مولانا روم فرماتے ہیں۔ ے

چوں شدی از دور حضور اولیاء　　　در حقیقت دُور گشتی از خدا

یعنی جو اولیائے کرام سے دُور ہو گیا۔حقیقت میں وہ خدا سے دُور ہو گیا۔پس اے یار تو اپنا میل جول صوفیائے کرام، متقین، زاہدین اور اولیائے کرام سے رکھ۔ اور ان کی صحبت میں آ کر علم باطنی حاصل کر۔ جو بھی اس کی محبت میں آیا۔خود ولی یا فقیر بن جاتا ہے۔اور قلبی مقام پا لیتا ہے اور ذاتِ خداوندی تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔پھر "حیاتِ دائمی حاصل کر لیتا ہے۔"

صحبت فقرا کی شان ذیل کی مثال سے آپ پر واضح ہو جائے گی۔ کہ ایک

دفعہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دِن گلدستہ سے لگی ہوئی مٹی سے پوچھا کہ اے مٹی، تجھ میں ایسی بھینی بھینی خوشبو کہاں سے آئی تو جواب ملا کہ میں چند دِن پھولوں کی صحبت میں رہ چکی ہوں جس کی وجہ سے میں خود خوشبو بن گئی ہوں اور معطر ہو گئی ہوں۔پس اے انسان صحبتِ فقرا اختیار کر۔اُن سے محبت کر اور خدا کی رضا جوئی کے لئے ان کی ہم نشینی اختیار کر۔تا کہ منزل زندۂ جاوید کا حاصل کر سکیں۔میراں سید بھیکھؒ فرماتے ہیں۔کہ ے

بھیکھ سنگت سادھ کی تیلوں کرے فلیل　　　ایہ گرو بن بھید نہ اُگڑے ہے الٹ پلٹ دا کھیل

پس دِنیا کی طرح طرح کی رنگینیوں کی طرح مائل نہیں ہونا چاہئے۔دنیا کی شیرینی کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ تمام آسائش دنیا کو پس پشت ڈال کر صحبتِ فقرا کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔نفسانی خواہشات اور دنیا سے زیادہ لگاؤ نہ کریں، کیونکہ حضور پاکؐ نے فرمایا ہے۔حدیث مبارکہ: الدنیا جیغة و طالب کلاب۔ یعنی دنیا ایک مردار ہے اور اس کو چاہنے والا کتا ہے۔ایک جگہ اور فرمایا ہے۔ترک الدنیا داس کل کل عبادة و حب الدنیا داس کل خطیعة۔ یعنی دنیا کو ترک کرنا تمام عبادات کی جڑ ہے اور دنیا سے محبت کرنا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔اور حدیث ملاحظہ ہو۔والذی نفسی بیدہ الدنیا اھون علی اللہ من ھدالشاة علی اھلھا ولو کانت الدنیا جناح بعوضة ما سقی گا مومنھا کا سدبة عند اللہ۔ یعنی قسم ہے اِس خدا کی جس کے دستِ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔دنیا خوار تر ہے نزدیک اللہ کے مردار بکری سے بھی زیادہ۔اس طرح جس طرح مالکوں کے نزدیک بکری بے قدر پڑی ہے۔لہٰذا ہمیں دنیاداری سے رغبت ہٹا کر واحد رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، تا کہ جس مقصد کی خاطر انسان کو پیدا کیا گیا۔اِس کی تکمیل ہو سکے۔ورنہ اگر دنیا سے رغبت کرے گا تو خدا تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہیں

ہو سکے گی۔ حدیث۔ الدنیا حرام علی اهل الاخرة ولاخرة حرام علی اهلِ الدنیا و هما حرامان علی اهل اللّٰه۔ ترجمہ: دنیا حرام ہے اہل بہشت پر۔ اور بہشت حرام ہے اہل دنیا پر۔ اور دونوں کی محبت حرام ہے اہل اللہ پر۔

لہٰذا دنیا کا طلب آخرت کی سرخروئی کے لئے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جس چیز کی انسان کو تمنا ہو اس کے خیال میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے اور اگر دنیا کا طالب دنیا کی طرف توجہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو ڈھیل دے دیتا ہے تا کہ وہ خوب نفع کما سکے اور آخرت کے لئے اس کے پاس کوئی توشہ جمع نہ وہ سکے۔ قرآن پاک میں باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " فمن الناس من یقول ربنا اتنا فی الدینا وماله فی الاخرة من خلاق ط ترجمہ: بعض لوگ دنیا چاہتے ہیں تو ہم ان کو دنیا دیتے ہیں۔ لیکن آخرت میں اُن کے واسطے کچھ حصہ نہیں۔ پس حضرات ہمیں چاہیئے کہ دنیائے فانی سے کنارہ کشی اختیار کر کے شیخ کے اقدام میں آ کر صحبتِ فقراء حاصل کریں۔ کیونکہ فقیروں کی محبت ہی جنت کی کنجی ہے۔ حدیث قدسی۔ محب الفقراء مفتاح الجنة۔ یعنی فقیروں کی محبت ہی جنت کی کنجی ہے۔ اس لئے ہمیں اولیائے کرام اور فقراء لوگوں سے محبت کرنی چاہیئے۔ حدیث: حب الفقراء من الاخلاق الدنیاء و بغضِ الفقراء من اخلاق الفرعون۔ یعنی فرمایا حضور پاکؐ نے کہ فقیروں سے محبت رکھنا نبیوں، رسولوں کے اخلاق میں ہے۔ اور فقیروں سے بغض رکھنا فرعون جیسی خصلتوں سے ہے۔ پس اے یار۔ صحبتِ فقراء میں بیٹھ۔ تا کہ مختلف قسم کی برائیوں وغیرہ سے پاک ہو جائے اور نیکیوں کی طرف رجوع کرے اور فقیروں سے محبت کرنا۔ خدا تعالیٰ کے فرمان کی تعمیل ہے۔ صحبت الفقراء سے دِلی تسکین ہوتی ہے اور انسان نورانی آنکھ پا کر ذاتِ خداوندی کے نور کی زیارت کرتا ہے۔ بغیر صحبتِ فقراء کے مثل ایک نابینے کے ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ من کان فی هذا اعمی فهو

فی الاخرة اعمی و اضل سبیل۔ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔ کبیر صاحب نے بھی ہندی زبان میں کہا ہے ؎

جس کو درشن ات ہے اس کو درشن اُت جس کو درشن اِت نہیں اس کو اِت نہ اُت

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اس دنیا کے قعرِ گمنامی سے نکل کر صحبتِ فقراء حاصل کریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں بے مثل ہوں اور اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے حضور کا دامن پکڑنا پڑے گا۔ حدیث: اللہ تعالیٰ کو پانے کے لئے اس کی صفات میں غور کرو۔ تو ذات کا خود ہی پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ حضور پاک صحابہ کرام، انبیاء، اولیاء، فقرا اور صوفیائے کرام خاص الخاص ذاتی صفات ہیں۔ اس لئے اِن سے محبت لازم ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ ولا تکفرو فی ذاته تفکرو فی صفاته۔ ترجمہ: مت سوچ بچار کرو تم اس کی ذات میں بلکہ غور و فکر کرو اس کی صفات میں۔ پس ہمارے لئے لازم ہے کہ صحبتِ فقراء میں آئیں۔ تا کہ ہمارے رنج والم اور مختلف وہمات دُور ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کی صفات میں سوچ بچار کریں۔ فقیروں، ولیوں سے محبت پیدا کریں۔ تا کہ اطمینانِ قلب ہو۔ میراں سید بھیکھ فرماتے ہیں ؎

ایک گھڑی سے آدھی گھڑی آدھی سے بھی آدھ بھیکھا سنگت سادھ کی کٹن کوٹ اپرادھ

حدیث پاک: تفکرو و ساعة خیر من عبادة السنین۔ یعنی ذاتی فکر ایک لمحہ کی دو سال کی عبادت سے افضل ہے، لیکن فکر ذکر سے ہے اور ذکر فکر سے ہے۔ جو انسان کو صحبت فقراء سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسولِ اکرمؐ نے فقر کے بارے میں فرمایا: الفقر فخری۔ یعنی فقر میرا فخر ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم محبتِ فقرا حاصل کریں، کیونکہ ایک جگہ حضور پاک نے فرمایا ہے کہ فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ تو ضروری ہے کہ فقر کی صحبت اختیار کریں۔

چونکہ فقر کے پردۂ بشریت میں ذاتِ خداوندی جلوہ گر ہوتی ہے اس کا بولنا

رحمان کا بولنا ہوتا ہے۔ حدیث پاک ۔ لسان الفقر سیف الرحمن۔ یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فقر کی زبان خدا تعالیٰ کی تلوار ہے۔ فقر کی آواز حق کی آواز ہے۔ لہٰذا جب انسان بیعت مرشد قبول کر کے صحبت فقراء میں آ کر خود فقر بن جاتا ہے تو اس کی آنکھ کو نورِ خداوندی عطا ہو جاتا ہے۔ نورانی آنکھ سے نورانیت کو دیکھتا ہے۔ اور عالم ناسوت میں رہتے ہوئے وہ ہر بول کو پہچانتا ہے۔ ہر رنگ میں خدا تعالیٰ کا ہونا ہی دیکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہر چھوٹی بڑی چیز میں حق کا ہونا تصور ہوتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اے خدا۔ مجھ کو نیک بنا۔ اور نیک فطرت مجھ میں پیدا کر اور تو ہمات دنیا کو قطع نظر کر کے ہر رنگ میں صفاتِ خدا تعالیٰ کو دیکھ اور میرے با اخلاق پیش آ۔ کسی عارف نے خوب کہا ہے ۔

اخلاق سب سے کرنا تسخیر ہے تو ہے   نزدیک عارفوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

لہٰذا بیعت مرشد کر کے صحبت فقراء میں آ کر اپنے آپ میں مذکورہ بلا تین صفات پیدا کرنی چاہئے۔ تا کہ ذاتی آواز کو پہچان سکیں۔ کیونکہ ذاتی آواز واحد ہے اور اُسے ہر کوئی اپنی دانست اور رسائی کے مطابق سمجھتا ہے جو کوئی جس مقام پر ہے۔ آوازِ حق کو اسی مرتبہ میں پہچانتا ہے۔ مثال:

تین آدمی کسی سفر پر جا رہے تھے۔ اُن میں سے ایک قصائی، دوسرا عالمِ شریعت کا شناسا اور تیسرا آدمی اہل طریقت کا تھا۔ اچانک راستے میں انہوں نے ایک تیتر کو بولتے سنا۔ تو آپس میں کہنے لگے۔ واہ بھئی واہ۔ کیسی سہانی اور عجیب آواز ہے۔ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ تو قصائی نے جواب دیا کہ تیتر نے یہ کہا ہے کہ ''سری پائے ڈھک رکھ، شریعت والے نے جواب دیا کہ وہ سبحان اللہ یہ تو کہتا ہے۔ کہ'' سبحان تیری قدرت'' اہل طریقت کہنے لگا کہ تم دونوں یہ آواز سمجھنے سے قاصر ہو۔ یہ کہتا ہے کہ ''سب فانی باقی ہے کثرت'' پس جس طرح اُن تینوں نے اپنے اپنے مقام

کے مطابق اس آواز کو پہچانا۔ اس طرح ہر آدمی اپنے اپنے مقام پر قائم ہے۔ لہٰذا ہر کسی کو اس کے مرتبے میں ہی پہچاننا چاہئے۔ ایک دفعہ حضور پاکؐ کے پاس ابو جہل آیا اور کہنے لگا کہ'' تمام دنیا گمراہ ہو گئی ہے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا: تُو سچ کہتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صدیق تشریف لائے اور کہنے لگے کہ یا حضرت (تمام دنیا آپ کی صحبت میں آ کر اسلام لا چکی ہے) آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اہل مجلس نے پوچھا۔ یا حضرت ۔ یہ معاملہ کیا ہے۔ آپ نے دونوں کو ایک ہی جواب دیا ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابو جہل خود گمراہ تھا اس کو تمام دنیا گمراہ نظر آتی ہے۔ صدیق اکبر خود دائرہ اسلام میں آ چکے ہیں اِس لئے انہوں نے کہا کہ تمام دنیا اسلام لا چکی ہے۔

ہر انسان کو اپنے قلب کے مطابق دوسرے کا قلب نظر آتا ہے۔ اپنے قلب کو صاف کرنے کے لئے بیعتِ مرشد کر کے صحبتِ فقراء اختیار کرو۔ کیونکہ جو حضورؐ کی محفل میں آ گیا۔ اصحابی کا خطاب پایا۔ اور جو کوئی بھی صحبت فقراء میں داخل ہوا۔ اس نے ولی اللہ کا خطاب پایا۔ کیونکہ یہ مجلس انسان کو اپنے جیسا بنا دیتی ہے۔ شعر ۔

صحبتِ صالح تیرا صالح کنند   صحبتِ طلع ترا صحبت طالع کنند

بس اے انسان! کسی کامل مرشد کے دست بیعت ہو کر اس سے عشق و محبت پیدا کر۔ محبت اور خوش خلقی کو اپنا شعار بنا اور مرشد کے امر پر پابند ہو کر مقامِ فقراء حاصل کر۔ اور ذاتی آواز کو پہچان۔ خواہ تمام عالم کے مصائب کیوں نہ اٹھانے پڑیں۔ جیسے ابراہیم ادھم نے سلطنت چھوڑ دی تھی۔ بیٹے کو اس جہاں سے رخصت کیا۔ تب ذاتِ حق سے تعلق پیدا کیا بایزید بسطامیؒ ریاضتیں اٹھاتے رہے۔ اپنے نفس کی کھال کھینچ ڈالی۔ شیخ بہاوالدین رکن عالم اپنی جان پر کھیل گئے، مگر پھر بھی مذکورہ ہستیوں نے بیان کیا کہ مرتبہ فقراء تک رسائی نہ ہو سکی۔ سرکارِ ثقلین غوث پاک مادرِ شکم میں فقیر تھے اور شریعت

کی راہ پر گامزن ہو کر محبوبیت کا رتبہ حاصل کیا اور فقیر محی الدین کا خطاب پایا۔ پھر بھی آپ نے فرمایا: کہ فقیری مرتبے کو حضرت علی کرم پہنچے۔ لہٰذا حضرت علی کا قول ہے کہ " احشی علی العرسن بدان الاقدام۔ یعنی میں بغیر قدموں کے عرش پر چلتا ہوں۔ اس مذکورہ بالا مقام پر پہنچتے ہوئے بھی آپ شریعت کے پابند رہے۔ لہٰذا ہر فقر کے لئے لازم ہے کہ وہ غیر شرع نہ ہو۔ دنیائے فانی سے محبت ترک کرے۔ شعر ملاحظہ فرمایئے۔

دنیا دانی کفر کافر را نصیب ہر کہ راہِ حق رہبر است آں حق حبیب

خدا تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ وہ مجھے اور آپ کو صحبتِ فقراء میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور بزرگانِ دین کی مجالس میں بیٹھنے کا شرف نصیب کرے اور ان کی ہدایات پر عمل کرنے کی استطاعت عطا فرمائے۔ تا کہ آخرت کے سفر کو کامیابی اور کامرانی سے طے کر سکیں اور روزِ محشر خدا کا قرب نصیب کر سکیں۔ یہی دنیا و عقبیٰ کا نصب العین ہے۔ جس کے لئے ہر انسان کو کوشش کرنی چاہیئے۔

آدابِ مُرشد

(1) یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے پورا ہو گا۔ دوسرے سے نقصان پہنچے گا۔

(2) دِل و جان سے مرشد کی خدمت کرے اور اس خدمت کو خدا کے ملنے کا وسیلہ سمجھے۔

(3) مرید کو مرشد کے حکم پر چلنا چاہیئے۔ اس کو کوئی کام کرتا دیکھ کر خود نہ کرنا شروع کرے۔ اس لئے مستی کے عالم میں بعض کامل سے بھی نماز چھوٹ جاتی ہے۔ اگر مرید بھی نماز ترک کرے گا تو مرتد ہو جائیگا۔

(4) جب مرشد کچھ پڑھنے کو بتلا دے تو وہی پڑھنا چاہیئے کسی دوسرے کا بتلایا ہوا نہ پڑھے۔

(5) مرشد کے پاس بیٹھتے وقت کسی دوسری طرف خیال نہ کرے۔ اس لئے کہ مرشد کی توجہ نفلی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

(6) ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ مرشد یا مرشد کے کپڑوں پر سایہ پڑے۔

(7) مرشد کے مصلّہ پر پاؤں نہ رکھے۔

(8) مرشد کے طہارت یا وضو کی جگہ آپ طہارت یا وضو نہ کرے۔

(9) مرشد کی مستعمل اشیاء کو آپ استعمال نہ کرے۔

(10) مرشد کے آگے نہ چلے۔ اور نہ برابر۔ اور نہ دُور پیچھے بلکہ قریب پیچھے رہے۔ اور اگر حکم دیں تو یہ امور جائز ہیں۔

(11) مرشد کے روبرو کسی دوسرے سے کلام نہ کرے، بلکہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

(12) دُور سے مرشد کو نہ پکارے اور نہ مجمع عام میں اس کے ساتھ بات کرنے کا حوصلہ کرے۔

(13) مرشد کی طرف سے پاؤں نہ کرے اور نہ تھوکے۔

(14) مرشد کے قول و فعل پر اعتراض نہ کرے۔ اگر کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آوے۔ تو موسیٰ اور خضر کا قصہ یاد کرے۔ وہ بڑا بدنصیب ہے جو مرشد کی عیب جوئی کرے۔

(15) اپنے مرشد سے کرامات کی خواہش نہ کرے۔

(16) اگر کوئی شبہ ہو۔ تو مرشد سے ظاہر کرے۔ اگر سمجھ میں نہ آوے اپنے فہم کا قصور ہے۔ اگر مرشد جواب نہ دے۔ تو یہ خیال کرے کہ یہ سوال جواب کے قابل نہیں۔ یا پھر میں خود قابل نہیں۔

(17) خواب یا مراقبہ میں جو بات معلوم ہو۔ مرشد سے بیان کرے۔ ضرورتِ مرشد سے جدا نہ ہو۔

(18) مرشد کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرے۔

(19) مرشد کے روبرو سخت نہ بولے۔ کم اور مختصر کلام کرے۔ جواب نہایت توجہ سے سنے۔

(20) مرشد کے کلام کو رد نہ کرے۔ خواہ آپ جانتا بھی ہو۔

(21) مرشد کا کلام جو لوگوں کی سمجھ سے باہر ہو۔ ظاہر نہ کرے۔

(22) دوسری بات شیخ سے نہ کرے۔ مطلب سے زیادہ گفتگو نہ کرے۔

(23) اپنا بھلا برا حال سب مرشد پر ظاہر کرے۔ اس لئے کہ جب حکیم سے مرض چھپا رہا تو علاج کس طرح ہوگا۔

(24) باطنی فیض خواہ کسی شکل میں ظاہر ہو۔ مرشد کی طرف سے ہی جانے۔

(25) جب مرشد مرید کے گھر پر ہو تو بلا اجازت کہیں دُور نہ جائے اور ایک سال میں دو دفعہ مرشد کے مکان پر حاضر ہو کر جس چیز کی مرشد کو ضرورت ہو جہاں تک ممکن ہوا سے پوری کرے۔

(26) اگر مرید بادست ہو۔ تو مرشد کے خورد و نوش کا خود ذمہ دار ہے۔

بیان آداب صحابہ کرام و اہل بیعت رضوان

حضرات کچھ لوگ صحابہ کرام کے متعلق بہت سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اصحابہ کرام کے بارے میں نازیب الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت محمد مصطفیؐ نے حضرت علی سمیت ایک سو دس کو جنت کا حقدار قرار دیا ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، سعد، عبدالرحم بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح اور دیگر صحابہ کرام وغیرہ۔ ذرا غور فرمائیں کہ جن کو حضور پاکؐ خود جنتی کہتے ہیں۔ پھر انہیں برا کہنا تو درکنار اُن کے متعلق کسی قسم کا برا خیال لانا بھی گناہ ہے۔ حضور پاک اصحابہ کی شان میں فرماتے ہیں۔ " اصحابی کا النجوم بایهم اقتدیتم اقتدیتم و ان ابیتم غویتم" یعنی فرمایا: کہ میرے صحابی مثل ستاروں کے ہیں۔ حق کی پیروی کرو گے تو راہ پاؤ گے اور انکار کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

پس اے انسان۔ حضور پاک نے جب خود صحابہ کرام کو ستارون کی مثل کہا ہے تو پھر برا بھلا کہنے کی وجہ سے اُن کی شانِ عظیم میں ذرا بھر کمی نہیں آئی۔ بلکہ کہنے والے خود گمراہ جو جاتے ہیں۔ دوسری جگہ حضور پاک نے فرمایا کہ

" من ابو هريرة لا تسبوا اصحابی الذی لنفسی بیده لو ان احدکم انفقو مثل احد ذهبا ما ادرك مو اجدهم ولا نصفه " یعنی مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ نہ برا کہو میرے اصحاب کو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قابو میں میری جان ہے۔ اگر تمہارے احد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے۔ تو اُن کے تین پاؤ کے برابر ثواب نہ ملے گا۔ اور نہ اُن کے آدھے کے برابر۔

پس معلوم ہوا کہ اگر عبادت یا سخاوت بہت بھی کی جائے تو پھر بھی ایک ادنیٰ صحابی کے درجہ کا بھی ثواب نہیں مل سکتا۔ میرے دستو! ثابت ہوا کہ صحابی کی بہت شان ہے۔ کسی صحابی کو برے الفاظ میں یاد کرنا مسلمان بھائی کے لئے روانہیں ہے، کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ " ابو دت داء ان لعانین لا یکونون شهداء و لا شفاء يوم تقيامة" یعنی مسلم میں حضرت ابو دردا سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ اکثر لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہوں میں ہوں گے نہ سفارش کئے جانے والوں میں۔ پس لعنت ملامت کرنے والا گمراہ ہے اور جھوٹوں پر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے۔ کہ ہمیں یہ نہیں کہا ہے کہ تم مسلمان بھائی پر لعنت کا وظیفہ کرو۔ بلکہ شفقت اور محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ رہو۔ کسی کو کافر نہ کہو، کیونکہ کسی کو کافر کہنا گناہ ہے۔ حضور پاکؐ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: حدیث۔ " ابن عمر اذا کفر الرجل اخاة فقد جاء بها الی احدهما " مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا: کہ جب کسی مرد نے اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہا تو وہ بات دونوں پر عائد ہو جائے گی۔ اگر وہ کافر ہے تو بجا ورنہ کہنے والا خود ضرور کافر ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ نام لے کر کسی کو یہ بھی کہنا درست نہیں کہ فلاں آدمی لعنتی یا کافر یا بے ایمان ہے۔ اب ذرا غور کریں کہ جب کسی مسلمان بھائی کو برا کہنا روانہیں تو صحابہ کرام کو برا بولنا کہاں جائز ہے۔ اس لئے حضورؐ کے چاروں خلفاء کے متعلق کسی قسم کا فرق محسوس نہیں کرنا چاہیئے۔

مراتب میں ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے۔ حضرت علی کو خلافت آخر پر عطا ہوئی۔ مگر جس طرح تمام انبیاء کے بعد حضور پاکؐ مبعوث ہوئے اور سب پر سبقت حاصل ہوئی، بلکہ سردار کہلائے۔ اس طرح دوسرے اصحابہ کرام کے بعد حضرت علی خلیفہ مقرر ہوئے اور رتبہ میں بڑھ گئے۔ حدیث: سعد بن ابی وقاص یا علی

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا اله لا نبی بعدی۔ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضورؐ روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: اے علی تیرا رتبہ میرے نزدیک ایسے ہے جیسے ہارون کا رتبہ موسیٰ کے نزدیک، مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قال النبی انا و علی من نور واحد۔ فرمایا کہ میرا اور علی کا نور ایک ہے حضور پاکؐ نے فرمایا کہ اے علی تُو میرا ہے۔ میں تیرا ہوں۔ کیونکہ حدیث ہے کہ یا علی لحمك لحمی جسمك و جسمی روحك روحی۔ یعنی حضورؐ نے فرمایا: کہ علی کی جان میری جان۔ علی کا جسم میرا جسم۔ علی کی روح میری روح ہے۔ پھر فرمایا کہ ملعم مدينة العلم علی بابها۔ یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اے انسان! جس نے حضور پاکؐ کے بتائے ہوئے شہر میں داخل ہونا ہے۔ وہ علیؑ کا دروازہ تلاش کرے اور علیؑ کا دروازہ تلاش کرنے کے لئے حسنین پاک کے شہر کو تلاش کرو۔ تو خود بخود حضور پاکؐ کے شہر میں پہنچ جاؤ گے۔ اس واسطے اہل بیعت سے محبت کرنا فرض ہے۔ ایک دفعہ عبداللہ بن عمر سے حضور پاکؐ نے فرمایا حدیث: من احیهما فقد احبنی و من ایغضهما فقد ابغضنی۔ یعنی جس نے محبت کی حسنین سے۔ تو اس نے محبت کی مجھ سے۔ اور جس نے عداوت کی حسنین سے۔ اس نے دشمنی کی مجھ سے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ مثل الهیتی کمثل سنینة نوح علیه السلام من رکب فیها فقد نجات و من کلف عنها فقد غرق۔ فرمایا کہ مثل میری اہل بیعت کی مانند کشتی نوح علیہ السلام کی ہے جو کوئی سوار ہوتا ہے خلاصی پاتا ہے اور جو سوار نہ ہوا وہ غرق ہوا۔ ثابت ہوا۔ اہل بیعت سے محبت کرنا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت رسولِ کریم خود اپنے نواسوں سے ہمیشہ محبت اور شفقت کرتے تھے۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ اہل بیعت سے محبت کریں۔ حدیث میں آیا ہے کہ سعد ابی وقاص اللهم هو لاء اهل

بیتی علیاو فاطمة وطهر والحسنین رضی الله عنهم۔ ترجمہ: مسلم میں سعد ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ اکرم نے فرمایا ’’الٰہی یہ میرے لئے اہل بیعت میں علی مرتضٰی۔ فاطمۃ الزہرا۔ حسن اور حسین علیہ السلام۔ اس لئے اے انسان تُو بھی اہل بیعت کو ساری دنیا سے افضل جان۔ کیونکہ عالمِ دنیا کی محبت فانی ہے اور اہل بیعت کی محبت بقا ہے۔ نبی کریم نے بھی اہل بیعت کی صفت اور تعریف کی ہے۔ حدیث پاک: عن اسامۃ بن زید۔ اللهم انی احبهما لین الحسن و الحسین رضی الله تعالیٰ عنهما۔ بخاری شریف میں اسامہ بن زید سے روایت ہے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ الٰہی میں دوست رکھتا ہوں حسن اور حسین کو تُو بھی دوست رکھ ان کو۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل بیعت کی محبت فرض ہے۔

لہٰذا ہم اہل بیعت سے محبت کر کے ان کی طریقت کو اختیار کریں۔ روایت میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضور پاکؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سجدہ میں گئے تو حسین علیہ السلام آپ کے کندھے پر سوار ہو گئے۔ تو اس وقت آپ سوچنے لگے کہ اگر میں سجدہ سے سر اٹھاؤں تو حسین علیہ السلام کندھے سے گر پڑیں گے۔ اگر سر نہ اٹھاؤں تو نماز کا وقت زائد ہوتا ہے۔ تو اسی وقت بارگاہِ الٰہی سے جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا۔ یا حضرت۔ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب تک حسین علیہ سلام اپنی رضا مندی سے نہ اتریں۔ تب تک سجدہ سے سر نہ اٹھائیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی حسین علیہ السلام سے پیار اور شفقت فرماتا ہے اور اُن کے ہر فعل کو قبول کر رہا ہے۔ اِسی طرح ایک بار حضور پاکؐ نے حسین علیہ السلام سے پوچھا کہ میرا مرتبہ آپ سے افضل ہے۔ یا تمہارا۔ تو حسینؑ نے فرمایا کہ نانا جی میرا مرتبہ آپ سے افضل ہے۔ حضور پاک مسکرائے اور کہا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو۔ تو حسین پاک نے فرمایا کہ نانا جی میرے باپ جیسا آپ کے باپ کا رتبہ نہیں اور میری والدہ

جیسا آپ کی والدہ کا رتبہ نہیں اور نانا جان آپ کے نانا کا بھی میرے نانا جان جیسا رتبہ نہیں تو حضور پاک نے حسین پاک کو گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ پیار وشفقت کیا۔

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ حضور پاک کے بالمبارک خاک آلودہ ہیں اور ہاتھ میں شیشے کا گلاس ہے جس میں خون بھرا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ یہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: کہ یہ میرے نواسے حسین پاک کا خون ہے۔ میں اٹھائے پھرتا ہوں اس خون کو صبح سے۔ ابن عباس نے کہا، میں نے معلوم کیا اور یاد رکھا اس وقت پھر مجھ کو خبر ہوئی۔ کہ امام حسین شہید ہونگے۔ اسی دِن دوسری جگہ بہقی سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا اور روایت کیا ہے بہقی نے اُمِ جان سے کہ جس دِن شہید ہوئے حسین علیہ السلام تو اندھیرا رہا ہم پر تین دِن اور جب بیت المقدس کا پتھر اٹھایا تو اس کے نیچے سے تازہ خون نکلا۔

پس اے انسان ! امام حسینؓ کی شہادت کے وقت جن، فرشتے، حیوان، درخت، پتھر آسمان روتے تھے کہ آنسوؤں کی بجائے خون نکلتا تھا لہٰذا اگر تو بھی عشقِ حسینؓ میں خون بہادے تو ایک ایک قطرہ سچے موتیوں سے افضل ہے۔ نیز گناہوں کی بخشش کا وسیلہ ہے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ غمِ حسین میں اپنے رخساروں کو پیٹنا شروع کر دیا جائے۔ رونا پیٹنا قانونِ شریعت کے خلاف ہے بلکہ یوں ہونا چاہئے کہ حسین پاک کے عشق و محبت میں قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ ان کو نذرانۂ عقیدت پیش کرنا چاہئے۔ اُن کے نقشِ پا کی تقلید کرنی چاہئے تا کہ آخرت کی سرخروئی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحابہ کرام کی اور اہل بیعت کی محبت عطا فرمائے اور ان کے قدم بہ قدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

”بیان ختم شریف“

ہمارے ہاں آج کل طرح طرح کے ختم لوگ دلواتے ہیں رسمی طور پر ختم محض اس لئے دلواتے ہیں تا کہ شہرت نصیب ہو۔ جب ختم دلوایا جاتا ہے۔ تو بڑے بڑے معتبر لوگ اور ممبران وغیرہ کو بلایا جاتا ہے۔ اس قسم کے ختم شریف محض ریاکاری کی خاطر ہوتے ہیں کہ لوگ مجھے بڑا فیاض، سخی اور پرہیز گار سمجھیں۔ لیکن ہونا تو ایسے چاہئے کہ ختم شریف کے موقع پر ختم دلوا کر کھانا وغیرہ غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں وغیرہ میں تقسیم کریں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیار محبت سے بٹھا کر ان کو کھانا تقسیم کریں تا کہ ان کے دلوں میں بڑے ہو کر صحبت فقراء میں حاضر ہونے کا شوق پیدا ہو۔ ورنہ غلط طریقہ سے صرف کیا ہوا مال کسی کام نہیں آتا۔ کیونکہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ " ابن مسعود ایکم مال و ارنه احب الیه من ماله قالو یا رسول الله ما منا احد اله ماله احب الیه من ماله و ریه و ان ماله ما قدم و مال ورنه ما اخر۔ یعنی بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ کون تم میں سے ایسا ہے کہ جس کے نزدیک اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ پیارا ہو۔ پھر حضرت نے فرمایا: کہ اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے راہِ خدا میں دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جس کو وہ چھوڑ گیا۔ ایک شخص نے حضرتؐ سے مسئلہ پوچھا۔ تو فرمایا۔ حدیث: روی عن هريرة ان تصدق و انت صحیح تحتی الفقرو تامل الغنی زاد مسلم تا ما البقاء ثم انفق و لا تمهل حی اذ بلغت الخلقوم قلت لفلان او قد کان لفلان تفر و مسلم۔ یعنی بخاری مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور پاک نے فرمایا کہ بہتر صدقہ یہ ہے کہ تُو خیرات کرے جس مال میں کہ تُو تندرست ہو اور محتاج سے ڈرتا ہو

اور مالداری کی امید رکھتا ہو۔ مسلم میں اتنا زیادہ ہے کہ تجھ کو زندگی کی امید ہو۔ اور خیرات کرنے میں دیر مت کر۔ ثابت ہوا کہ اپنی زندگی میں خیرات کرنا بہتر ہے۔ بعد میں دیا ہوا کام نہیں آتا۔ اور یہ یاد رکھیں کہ والدین وغیرہ کو ختم شریف یا کلام پاک پڑھ کر بخشنا جائز ہے جس طرح حضوریٔ دِل سے عبادات ہے۔ اس طرح دردِ دِل سے عاجزی انکساری سے کلامِ پاک والدین کی روح کو پہنچانا جائز ہے۔ ورنہ ریاکاری سے ختم دیا ہوا خلاف شریعت ہے۔ باقی رہا مشائخوں، ولیوں اور بزرگوں کا ختم شریف۔ یعنی عرس۔ وہ تو ہمیشہ کے لئے زندہ ہوئے۔ ان کو نذرانہ دیا جاتا ہے۔ عرس شریف میں ہر کسی کا حق ہوتا ہے۔ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، امیر ہو یا غریب عرس شریف میں اُن کے لئے خرچ کرنا، نیاز حاصل کرنا خیر و برکت ہے۔ اولیاء اللہ ظاہر ہوں یا باطن، حیات ہوں یا وصل کر چکے ہوں۔ ان کی منت کرنا۔ یا جانور ذبح کرنا کوئی شرک نہیں۔ جیسا غیر مقلد لوگ کہتے ہیں کہ غوث پاک کے نام یا مرشد کی نیاز یعنی نام لے کر دینا شرک ہے۔ اے انسان ذرا سوچ۔ تیرے ماں باپ نے تیرا نام رکھا تُو نے اپنے بچوں کا نام رکھا۔ اور ہر وقت پکارتا ہے کہ میرا باپ، میری ماں، میرا بیٹا، میرا مربع، میرا کارخانہ حالانکہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہے اور اس کی طرف سے ہے۔ اس میں تیرا کچھ نہیں ہے۔ لیکن تُو نام لے کر پکارتا ہے۔ اس طرح کسی بزرگ یا مرشد یا غوث پاک کے نام پر جانور ذبح کرنا جائز ہے۔ خط بذریعہ ڈاک پہنچتا ہے۔ جس حلال چیز پر اللہ تعالیٰ کے نیک ولیوں کا نام لے کر تسبیح اللہ اکبر کی تکبیر پڑی جائے۔ وہ جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ وہ شرک نہیں ہوتا۔ جو کافر بتوں کا نام لے کر جانور ذبح کرتے ہیں اس میں اللہ کا نام نہیں لیتے۔ وہ حرام ہے، کیونکہ وہ پتھر کے رب بن کر اپنے ہاتھوں سے پوجتے ہیں۔ اور اُن کے نام جانور یا کھانا پکا کر آگے رکھتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ وہ حرام ہوتے ہیں کیونکہ بت تو مردہ ہوتے

ہیں۔ اور ولی زندہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ولیوں کا عرس شریف یا ختم دلوانا جائز ہے۔ بلکہ بخشش کا وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ کھاؤ اس چیز کو جس حلال چیز پر میرا نام لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فکلوا مما ذکر اسم اللّٰہ علیہ ان کنتم بایتہ مومنین۔ یعنی پس تم کھاؤ اس میں سے جس پر نام لیا جائے اللہ تعالیٰ کا اگر تم اس کے حکم پر یقین رکھتے ہو پھر فرمایا: ومالکم الا تاکلو ذکر اسم اللّٰہ علیہ۔ یعنی کہا سب کو تم نہ کھاؤ۔ اس میں سے جس پر نام نہ لیا جائے اللہ تعالیٰ کا۔ پس معلوم ہوا کہ جس حلال چیز پر نام لیا گیا اللہ تعالیٰ کا اس میں کھانا خیر و برکت اور حکم الٰہی ہے۔ اس واسطے پیر و مرشد کے عشق میں آ کر ہر مال قربان کرنا، عرس شریف میں ختم شریف کروانا۔ نیاز تقسیم کرنا خدا کی محبت کی بنا ہے۔ عقیدت اور عاجزی انکساری کے ساتھ غوث پاک کی نیاز کھانے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔ اس لئے اے انسان! تُو بھی ہمیشہ کیلئے غوث پاک اور ختم خواجگان شوق و محبت سے دِلوا تا کہ گھر میں برکت ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ کو بدعت، ریاکاری اور گمراہی سے بچائے۔ آمین۔

بیانِ محفلِ سماع

حضرات ! بیان سماع کے متعلق چند ایک شکستہ سے الفاظ پیش خدمت کر رہا ہوں۔ بیان سماع جو ہے۔ یہ اہل خراج کی طرف یعنی رغبت نفسِ عمارہ کی ہو۔تو حرام ہے ۔ اگر دِل بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔یعنی حقیقت کی طرف ہو۔تو حلال ہے بلکہ سماع کا راگ عارفوں کی روحوں کی غذا ہے۔ آپ اندازہ لگا لیجئے کہ بڑے بڑے خواجگان کے درباروں پر سماع کی محفلیں ہوتی ہیں۔لیکن یاد رکھئے کہ سماع کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ اول :قسم سماع عارفان فرض۔ دوم : سماع طالباں سنت۔سوم :سماع غافلاں بدعت یعنی عارفوں کے لئے محفل فرض ہے۔ کیونکہ جب تک وہ راگ نہ سن لیں تب تک اُن کے دلوں میں اطمینان نہیں آتا۔ اور طالبوں کے لئے سنت ہے۔ وہ اپنے شیخ کی سنت ادا کرتے ہیں اور غافلوں کے لئے بدعت ہے کیونکہ وہ سمجھ نہیں سکتے ۔ بلکہ مجاز کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اُن کے لئے سننا منع ہے۔ ایک حکایت ملاحظہ فرمائیے۔

کسی بادشاہ کا ایک لڑکا تھا۔ اس سے بادشاہ بہت پیار کرتا تھا۔ ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا ایک دن بادشاہ اپنے محل میں آرام کر رہا تھا کہ لڑکا گھوڑی پر سوار ہو کر شہر کو نکل گیا ۔ راستے میں محفلِ سماع ہو رہی تھی۔جب راگ کی آواز کان میں پڑی۔تو لڑکا بے خود ہو کر زمین پر گر گیا۔ جب قوالوں نے راگ بند کر دیا تو لڑکے کو اٹھا کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔حکیموں کو بلایا بذریعہ نبض معائنہ کیا۔لیکن انہوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت۔ یہ مرض ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا پیٹ چاک کیا جائے حکم کے مطابق پیٹ چاک کیا گیا تو قلب کے اندر سے ایک سرخ رنگ کا پتھر نکلا ۔ حکیموں کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا بات ہے۔ بادشاہ کا لڑکے

سے بہت پیار تھا۔ بادشاہ نے پتھر کے دو نگ نگینہ بنا کر ایک کو انگوٹھی میں فٹ کر لیا۔ دوسرا نگ گھر میں رکھ لیا۔ تا کہ نشانی رہے۔ ایک دفعہ بادشاہ خود راگ سن رہا تھا ۔ راگ پر سرور تھا۔ فوراً وہ نگ انگوٹھی لہو بن گیا۔ بادشاہ بہت حیران ہوا۔ تو پھر کسی فقیر سے دریافت کیا ۔ اور سارا ماجرا سنایا۔ تو فقیر نے کہا۔ بادشاہ سلامت تیرا لڑکا عاشق تھا۔ بادشاہ نے دوسرا نگ منگوا کر راگ شروع کیا تو وہ بھی خون بن گیا۔ درویش نے کہا کہ اے بادی اگر لڑکے کو راگ سنایا جاتا تو لڑکا نہ مرتا۔ وہ عشق میں بے خود ہو گیا تھا۔ ثابت ہوا کہ راگ دردمندوں کیلئے علاج ہے۔ حضرت نصیر الدین چشتی نے مفتاح العاشقین میں لکھا ہے کہ بخاری میں ہے ۔ کہ ایک لونڈی امیر المومنین عائشہ صدیقہ کے روبرو دف بجا رہی تھی۔اور ساتھ گانا گا رہی تھی۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق نے منع فرمایا۔تو پیغمبر خدا حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ منع نہ کرو۔ اس حالت میں رہنے دو۔ کیونکہ ہر قوم کی عید ہوا کرتی ہے۔ پھر فرمایا (عوارف) میں لکھا ہے کہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے روبرو سرور ہو رہا تھا۔ کہ اتنے میں رسولِ خداؐ تشریف لائے۔ اور بغیر منع فرمائے بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے آکر دیکھا کہ رسول پاکؐ سرور سن رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ آپ بھی رونے لگے پھر جب نماز کا وقت ہوا تو ظہر کی نماز ادا کی ،ثابت ہوا کہ راگ سننا جائز ہے۔

راگ ایک ایسی چیز ہے کہ جو مقام وردِ وظیفہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ راگ میں ایک پل بھر میں حاصل ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ دِل میں سوز ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔"ان المومنین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم۔" یعنی ایماندار ہیں وہ لوگ کہ جب ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ کا اُن کے پاس تو متحرک ہو جاتے ہیں اُن کے دِل ۔ کیونکہ اُن کے دِل میں عشق الٰہی ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ سماع کی جگہ کا پاک صاف ہونا ضروری ہے۔فرش پر دریاں بچھی ہوں اور وہ مجلس صوفیوں کی خاص

مجلس ہوتی ہے سب کو باوضو ہونا چاہئے اور سر کا جھکار تصورِ شیخ ہو کر بیٹھنا چاہئے۔ دِل کا اللہ تعالیٰ کی طرح رجوع ہونا ضروری ہے۔ دنیاوی خیال ترک کر دینے چاہئیں۔ اور سماع کرنے والے باتہذیب، سمجھدار اور باوضو ہوں، کیونکہ حمد و ثناء پڑھنی ہوتی ہے۔ حقہ سگریٹ وغیرہ پینا بوقتِ محفل سماع بالکل منع ہے۔ سماع کا ادب ملحوظ خاطرِ رکھیں، کیونکہ محفل سماع میں خواجگان کی حاضری ہوتی ہے۔ اس مذکورہ بالا حالت میں راگ سننا جائز ہے۔ سماع ہر غم اور درد کا علاج ہے جو راگ شریعت کے خلاف ہو۔ وہ سننا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ راگ وہ چیز ہے کہ تین دِن کی بھوک لگی ہو اور ایک طرف راگ ہو رہا ہو۔ دوسری طرف مختلف الاقسام کے کھانے موجود ہوں تو دردمند صاحب شوق اور عاشق لوگ سماع کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ عاشقوں اور عارفوں کی خوراک ہی سماع ہے۔ آپ بھی باذوق وشوق اور باادب ہو کر محفل سماع میں حاضر ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی حدو ثنا بزرگانِ دین کے کلام پاک سے مستفید ہوا کریں۔

بیان عقیدہ اسلام

حضرات! یہ بیان والدین کے بارے میں لکھ رہا ہوں کیونکہ آج کل پرائے سے محبت اور والدین سے بغض رکھا جاتا ہے اور طرح طرح کی تکالیف دیتے ہیں، حالانکہ حضور پاکؐ نے فرمایا ہے، کہ والدین کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور جنت کو ٹھوکر مار کر دوزخ خریدتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ کہ والدین کا ادب کرو، اور میرا اور اپنے والدین کا احسان یاد رکھو۔ اور اُن کا ادب کرو اور میرا اور اپنے والدین کا احسان یاد رکھو۔ اور اُن کا ادب کرنا، نہایت ضروری ہے اوروں سے محبت کرنا تب ہی درست ہو سکتا ہے۔ جب تک والدین کا ادب کیا جائے۔ مرشد کامل اپنے مرید کو بھی یہی حکم دیتا ہے کہ بچہ، ماں باپ کا کہنا ماننا ہوگا۔ اور اس کا ادب بھی کرنا ہوگا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنی والدہ کو سات حج کروائے پالکی میں اٹھا کر۔ پھر حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے والدہ کو سات حج کروائے ہیں۔ کیا میں والدہ کا حق ادا کر چکا ہوں۔ حضور پاکؐ نے فرمایا: کہ اے انسان، تو نے ابھی ایک رات کا بھی حق ادا نہیں کیا۔ جس رات ماں تیری گیلی جگہ پر لیٹی تھی اور تجھے خشک جگہ پر لٹایا تھا۔ سخت سردی کے موسم میں ساری رات گیلی جگہ پر لیٹی رہی۔ اور تجھے آرام پہنچایا۔ اس لئے اگر تم ساری زندگی حج کرواتے رہو۔ اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہو۔ تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی یاد رکھو۔ کہ اگر والدین غیر مذہب ہوں تو پھر بے شک اُن کا طریقہ اختیار نہ کرو، بلکہ ادب لازم ہے۔ اُن کو برا نہ کہو، بلکہ اپنے شیخ کا طریقہ اختیار کرو۔ اور والدین س جس راستے پر ہوں۔ اس پر رہنے دو۔ لیکن ادب ضرور کرو۔ بلکہ حضور پاکؐ نے فرمایا: کہ والدین کے قدموں کو سجدے کا حکم دیا ہے اگر زندہ نہیں ہیں تو قبروں میں جا کر سجدہ کرو۔ والدین سے نیک دعا لینے کا طریقہ ہے۔ اپنے والدین کا

ادب ملحوظ رکھو اور ہمسایہ سے بھی محبت کرو۔ استاد کی بھی عزت وتکریم کرو اور ہر چیز سے بڑھ کر پیرومرشد کا ادب ضروری ہے اور یہ نہیں ہونا چاہئے، کہ پیرومرشد کی خدمت کی جائے اور نہ استاد، نہ والدین کا ادب کیا جائے۔ یہ شریعت کے سراسر خلاف ہے۔ اس لئے اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک کا ادب ضروری ہے۔ والدین کو بھی تاکید ہے کہ لڑکے کو دینی علم سکھائیں۔ اور ہنر وغیرہ سکھائیں۔ اس لئے محبت اور شفقت کریں اور بھی سب حقوق پورے کریں۔ یہ بھی حضور پاکؐ کا حکم ہے کہ کامل مرشد سے بیعت کرنے کی اجازت بھی والدین سے لیں۔ تاکہ اُسے علمِ حق کا بھی پتہ چلے اور معرفت سے شناسائی حاصل ہو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے۔ کہ صحبت شیخ میں آکر نیک اور کامل بن جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہم سبکو والدین کا ادب واحترام اور بزرگوں کی تعظیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پنجگانہ نماز پڑھنے کی طاقت عطا فرمائے، کیونکہ آجکل عام رسم ہے کہ پیر کے ہاتھوں پر بیعت تو کر لی، مگر نماز اور احکامِ شریعت کو بھول گئے۔ حتیٰ کہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ میرا پیر نماز پڑھتا ہے۔ مجھے کیا ضرورت ہے۔ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہماری نماز دِل کی نماز ہے۔ یاد رکھئے کہ ہر کسی کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ اس لئے نماز پڑھنی چاہئے۔

پنجگانہ نماز سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضور پاکؐ کی حدیث ہے کہ ''عن ابو هريرة ارايتم لو ان نهو بباب احدكم يغسل منه كل يوم خمس مرة يبغى من درته قال فذلك مثل والصلوٰة الخمس الله بهن اطلايا۔ یعنی حضرت نے فرمایا کہ بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو تو اس میں پانچ وقت نہائے۔ کیا اس کے جسم پر میل باقی رہے گی۔ صحابہ نے کہا کہ یارسول اللہؐ نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ یہی حال ہے پانچ نمازوں کا۔ نماز پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو ہٹا دیتا ہے۔ اس واسطے پیغمبروں نے نماز پڑھی۔ ولیوں نے

نماز پڑھی۔ مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہی ہے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا: ''الفرق بين العبد و بين الكفر ترك الصلوة۔'' یعنی حضرت نے فرمایا کہ بندہ اور مومن، کافر کے درمیان فرق نماز کا ہے۔ یعنی ترک نماز سے کفر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار حکم دیا ہے جہاں کہیں بھی نماز کا حکم ہے ساتھ زکوٰۃ کا بھی رب نے حکم دیا ہے تاکہ مال حلال ہو جائے۔ زکوٰۃ بھی فرض ہے۔ زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اس کا مال یوم محشر کو اس کے لئے عذاب بن جائے گا۔ کسی عارف سے پوچھا گیا کہ کتنی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے تو عارف نے کہا۔ زکوٰۃ کئی قسم کی ہے۔ شریعت طریقت اور حقیقت کی شریعت میں دوسو میں سے پانچ روپے ہے اور طریقت میں دوسو ہی زکوٰۃ ہے۔ یعنی جو چیز بھی موجود ہے سب زکوۃ میں ادا کر دینی چاہئے اور حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دِل سے غیر اللہ کو نکال دینا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ ظاہر مال پر زکوٰۃ یہ ہے۔ باطنی خود وجود مخفی سجدے سے مراد ہے۔ حدیث قدسی: زكوة المال واحد من ار بهن و زكوٰة الايمان فناء الجسد فى التوحيد الرحمن۔ یعنی زکوٰۃ مال کا ایک حصہ ہے چالیس سے زکوٰۃ بدن کی منع کرنا بدن کے عضووں کو تمام حرام سے اور زکوٰۃ ایمان کی فنا کرنا وجود کو وحدانیت کے سجود میں یعنی نفس پر لذتِ جسمانی وحرص نفسانی سے فانی ہو اور دِل محبت خدا میں، روہ سرار بحر رحمانی میں مستغرق میں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے آئے ہوئے مال سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔

توفیق ہو۔ توجہ کا فریضہ بھی ادا کرنا چاہئے۔ ماہِ رمضان کے روزوں کا بھی پابند ہونا ضروری ہے۔ تاکہ دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے ہر انسان پر کھلا ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ بارگاہِ الٰہی میں سر بجود ہو کر اپنے گناہوں کی توبہ کرنی چاہئے اور بخشش کا وسیلہ

ڈھونڈنا چاہئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " لكل شيء حيلة و خيلة الذنوب توبة " ہرایک چیز کا صِلہ ہوتا ہے، گناہوں کا صلہ توبہ ہے۔ توہ گناہوں کی اکسیر دوا ہے۔ کسی فقر سے گناہوں کے مرض کا علاج پوچھا گیا تو فقیر نے جواب دیا کہ صدق کا بیج، خوف کی جڑ، حیا کی مغز، پشمانی کے پتے، ؟؟؟ وغیرہ۔ تمام چیزوں کو ہم وزن کر کے توکل کے کونڈے میں کوٹ کر اول راہِ نما کی نباتات کو بے خودی کی دیگچی میں حکم کا پانی ڈال کر آتشِ شوق کا جوش دیوے۔ تا کہ صبر کے پیالہ میں پا کر گنہگار بندہ استعمال کرے، لیکن اِن چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے، یعنی ہستی کی غذا، حرص، طمع کی ہوا، غصہ نمرود کی تلخی سے دُور، حسد و بغض کی ترشی نہ کھائے اور کذب وغیرہ کی قبض سے بچائے۔ بفضل خدا گناہوں سے شفا پائے گا۔ نفسی بندہ سے گناہ ہو ہی جاتے ہیں۔ اس کے لے توبہ کرنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی ہے۔

حدیث: روی عن ابی هريرهة ان الله كما قضى الخلق كتب عنده فوق عريته ان رحمتى سبقت غضبى۔ " یعنی حضور پاکؐ نے فرمایا کہ جب خدا نے خلق کو پیدا کیا تو عرش پر اپنے پاس لکھ رکھا کہ میری رحمت بڑھ گئی۔ میرے غصہ غصب سے ثابت ہوا کہ ہمیشہ رحمت الٰہی کا طلبگار رہنا چاہئے، کیونکہ رحمت کا دروازہ بے حد وسیع ہے۔ اس لئے رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ حدیث پاک : المذنب الرعى خير من الجاهد المقنطه۔ حضور پاک نے فرمایا: کہ گنہگار جو فضلِ خدا کا اُمیدوار ہو۔ وہ اس عابد سے بہتر ہے جو رحمت الٰہی کی نا امیدی رکھتا ہو۔

اے انسان ! برائیوں کو چھوڑ کر نیکی اختیار کر۔ رحمت کی امید رکھ۔ موت کی یاد ہر وقت دِل میں تازہ رکھ۔ کیونکہ یہ عارضی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کل نفس ذائقة الموت۔ یعنی موت کا ذائقہ ہر ذی نفس کو چھکنا پڑے گا۔ لہٰذا اے انسان ! تو سوچ کہ تیری حقیقت کیا ہے۔ تیری پیدائش کیسے ہوئی۔ جب تُو اپنی

پیدائش کے بارے میں خیال کرے گا تو تیرا فخر و غرور سب دُور ہو جائے گا اور کوشش کر کے نیک صالح ۔ فقیر اور درویش کی صحبت اختیار کر۔ اور اپنی بخشش کا وسیلہ تلاش کر۔ مگر خیال رہے کہ بعض فقیر بھیک مانگتے ہیں۔ گلوں میں کینٹھے ، بازوں میں گلابہ اور جبہ فقر پہن کر دنیا کو گمراہ کرتے ہیں خود نشہ آور چزیں استعمال کرتے ہیں۔ حضور پاک کی حدیث ہے کہ "کل مسکر حرام" سب نشہ ور چیزیں حرام ہیں ۔ ایسے فقیروں سے بچنا چاہتے، بلکہ کسی کامل فقیر کو تلاش کرنا چاہئے۔ بعض فقیر بھی ظاہر میں غیر شرع نظر آتے ہیں، مگر باطنی طور پر وہ واصل خدا ہوتے ہیں، مگر ایسے شاد و نادر ہی ملتے ہیں۔ لہٰذا اے انسان ! اپنے شیخ کے عشق و محبت کے نشہ میں ہمیشہ کیلئے مست رہنا چاہئے۔ فقراء کا عطا کیا ہوا لباس ، بے غرضی کا تاج، قناعت کی گودڑی، شجاعت کا لنگوٹ، بسجود کی الفی، بیداری کی ٹوپی، ہوشیاری کا کینٹھا، آزادی کا گلابا، توکل کی کمر، ذکر کا کاسہ، فنا کی صدا، بقا کی بھیک نت مانگ اور اپنے وجود میں تین صفات پیدا کر۔ یعنی دِل زندہ ہو۔ نفس مُردہ ہو۔ زبان خدائی ذاکر ہو۔ تب جا کر جائز ہے۔ ورنہ سرا سر گناہ ہے۔ کیونکہ جب حضور نے کمبل پہنا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا ایھا المزمل قم الیل الا قلیلا" یعنی اے محمدؐ، کمبل اوڑھ کر قیام کر رات میں مگر تھوڑا۔ بس اے انسان تمام دنیاوی خواہشات کو ترک کر جس مقصد کے لئے تجھے اس دنیا میں عارضی چند دن کی زندگی عطا کی ہے۔ اس مقصد کو حاصل کر، آخرت کے لئے توشہ بنا لے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے حضور پاکؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے نیز نیک اور صالحین لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

شجرہ شریف چھوٹا خاندان، چشتیہ، صابریہ، بھیکھہ، جمالیہ۔

اے خداوند تُو ذاتِ کبریا کے واسطے
رحم کر مجھ پر محمدؐ مصطفٰے کے واسطے

میں ہوا ہوں سخت زار اس بند محنت میں اسیر
کھولائے مشکل میری مشکل کشا کے واسطے

خواجہ حسن بصری کا نام لیتا ہوں شفی
شیخ عبدالواحد اہل باصفا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیل خواجہ ابن عیاض
شاہ ابراہیم بلغی بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہ کیلئے ٹک رحم کر
پیر ہبیرہ بصری صاحب ہدا کے واسطے

خواجہ ممشاد کی خاطر میرا دل شاد کر
شیخ ابو اسحاق قطب چشتیہ کے واسطے

خواجہ ابدال احمد بو محمد مقتدا
خواجہ ابو یوسف صاحب اہل باصفا کے واسطے

خواجہ مودود حق اور خواجہ حاجی شریف
خواجہ عثمان، ہارون اہل اقتدا کے واسطے

والی ہندوستاں خواجہ معین الدین حسن
شیخ قطب الدین قلب التقیا کے واسطے

یا الٰہی کام کر شیریں طفیل خواجہ گنج شکر
خواجہ احمد علی صابر صاحب رہنما کے واسطے

یا الٰہی حل کر مشکل طفیل خواجہ شمس الدین ترک
بجیرہ جلال الدین کبیر آل اولیاء کے واسطے

حضرت مخدوم عبدالحق احمد پیشوا
شیخ عارف اور محمد اسمٰعیل مقتدا کے واسطے

قطب العالم سرور دنیا و دیں شاہ عبدالقدوس
قطب جلال الدین محمد، اصفیا کے واسطے

شاہ نظام دین بلخی اور خواجہ ابو سعید
شیخ محمد صادق محبوبِ خدا کے واسطے

خواجہ داؤد شاہ خواجہ ابو لمعالی کیلئے
حضرت خواجہ میراں سید بھیک سلطان باصفا کے واسطے

شاہ امان اللہ اور شاہ محمد حیات کے طفیل
خواجہ فاضل محمد پیشوا کے واسطے

دستگیری کر میری اے دستگیر دو جہاں
خواجہ باقر محمد پیشوا کے واسطے

شاہ غلام بھیک جو ہادی ہیں میرے دیں کے
رہنمائی کر میری اس پیشوا کے واسطے

اورشاہ الٰہی بخش جو مرشد ہیں میرے پیر کے
رہنمائی کر میری صاحب ہدا کے واسطے

اور محمد اسحٰق جو کہ مرشد ہیں شاہ جمال کے
کھولدے مشکل میری اس پیشوا کے واسطے

یاالٰہی سب اُٹھادے درداندوہ کے بوجھ
شاہ جمال الدین چشتی پارسا کے واسطے

دُور کر رنج دلی ہے سخت مجھ کو بے کلی
حضرت میاں غلام قادر مرشد سائیں رہنما کیواسطے

اِن بزرگوں کو شافی لایا ہوں ہو کر ملول
کیجئے یہ عرض ان کی برکت سے قبول

ہاتھ اٹھاؤں جب تیرے آگے دعا کے واسطے
بحق لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کیواسطے

صوفی عبدالرشید چشتی، صابری کے مریدین کیلئے

میں بہت حیران ہوں کہ رحم کی مجھ پر نظر
حضرت صوفی عبدالرشید چشتی پارسا کے واسطے

شجرہ شریف بڑا خاندان چشتہ، صابریہ، بھیکھہ، جمالیہ

اللھم صل علی محمد
وعلیٰ آلِ محمد و بارک وسلم

رب نوں لائق سب ثنائیں   خالق رازق سبنا تھائیں
ظاہر باطن دا اوہ سائیں   والی کُل خلائق جان
یا رب مشکل کریں آسان

پڑھاں درود محمد تائیں   ورد کراں میں سنجھ صبائیں
سب امت دی اوہ پکڑے بائیں   والی ہوی اُت جہاں
یا رب مشکل کریں آسان

چوں یاراں ہر جان گنوائیں   سب سے الفت اپنی لائیں
فضل بڑا ہے سبنا تائیں   شاہد اُن کا ہے قرآن
یا رب مشکل کریں آسان

حضرت خاتون جنت جان   یعنی حسنؓ، حسینؓ، پچھان
پڑھ پڑھ بخشو ختم قرآن   ہادی ان کو رہبر جان
یا رب مشکل کریں آسان

چوداں خاص غریب یتیم   لازم ان کی ہے تعظیم
بخشے ان کو رب رحیم   عاشق ان کو کامل جان
یا رب مشکل کریں آسان

پیر پیراں دے عبدالقادر   سید آل محمد نادر
حکم ہے ان کا سب اولیاء پر   شاہِ جیلان پر ہوں قربان
یا رب مشکل کریں آسان

مقبول خدا دا اشرف الہ سرار   کل فقیراں وچہ سردار
کر دے میرا بیڑا پار   ہادی رہبر لامکان
یا رب مشکل کریں آسان

حضرت میاں غلام قادر میرے ہادی   عاصی جن کے در کا فریادی
من میرے وچ کرو آبادی   توڑو کفر زنجیر گمان
یا رب مشکل کریں آسان

حضرت میاں غلام قادر ہادی میرا   اوچ شریف وچہ جن کا ڈیرا
بنے لاؤ میرا بیڑا   عاصی سخت ذلیل نمان
یا رب مشکل کریں آسان

میاں جمال شاہ ہیں میرے حاکم   میں لڑ پکڑیا اُن کا محکم
وہ ہادی ہیں عاصی حاکم   عنایت ربی اُن پر جان
یا رب مشکل کریں آسان

یارب کر توں فضل گھنیرا   میں عاصی ہوں بندہ تیرا
شاہ جمال علیؒ دا چہرا   جس پر تیرا فضل احسان
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ محمد اسحٰق ہیں رب دے ذاکر   دین دُنی کی مشکل حل کر
باجھ تساڈے جانواں کس در   ہر دم میرا تجھ پر دھیان
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ محمد اسحٰق ہے والی میرا   جس دا وچہ گھڑام شریف دے ڈیرا
در اس دے پر سر ہے میرا   نام اُسدے پر ہوں قربان
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ الٰہی بخش ہے مرشد میرا   در اس دے ہے سر میرا
آؤ کرو اب میرا چارا   ناں کرو چ غماں دے حیران
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ غلام بھیکھ ایسے کامل   جس کے ثانی نہیں عامل
مارا نفسِ امارہ جاہل   میرا اُن پر بڑا ایمان
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ محمد باقر مرشد میرے   سوا انہاندے مالک کہیڑے
سر الٰہی دے واقف جہیڑے   صبح شام رکھ اُن کا دھیان
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ محمد فاضل ایسے نادر   اُن کے اوپر جان دیا کر
ان سے ہر دم فیض لیا کر   قادر حق ہوئے پروان
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ محمد حیات معرفت وچہ نور   اُن کا بڑا ہے پاک ظہور
دونوں جہاں میں ہیں مشہور   ہر دم میرے فیض رساں
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ امان اللہ راہِ شریعت   کامل اکمل راہِ طریقت
چراغ باغ وہ نور حقیقت   عارف کامل حل منان
یا رب مشکل کریں آسان

شاہ امان اللہ ہیں پیر ہمارے   دین دُنی وچہ تارن ہارے
سوا ایناندے نہیں گزارے   وہ ہیں میرے دین ایمان
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ بھیک حسینیؒ جانی   ابن محمدؐ یوسف ثانی
ترمذی خاص وطن سیانی   روضہ وچہ گھڑام شریف پہچان
یا رب مشکل کریں آسان

یا شاہ معالی مدد کرنی   بہر محمد اشرف حسینیؒ
حضرت کے دے ہو آپ وطنی   وچہ انبھیٹے تخت مکان
یا رب مشکل کریں آسان

حضرت شیخ داؤد گنگوھی جس دا ثانی ہوا نہ کوئی
نام خدا دے کرو دِل جوئی وڈا میرا آپ پر دھیان
یا رب مشکل کریں آسان

شیخ صادق فتح اللہ حنفی جن کی دھانک پئی چوں طرفی
اُن کا ہوں تقصیری حرفی نہ مجھ کو اور کسی وَل دھیان
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ ابو سعید ہو یا بن نور جن کا جگ وچ بڑا ظہور
چڑھدے لہندے ہیں مشہور روشن وچ کرامت جان
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ نظام الدین ہے والی میرا جس دا وچہ بلخ دے ڈیرا
اُن کے چیلے کاہوں چیلا عبدالشکور کی ہے دِل جان
یا رب مشکل کریں آسان

قطب جلال الدین تھانسیر والا راہِ فقر میں کیا اجالا
پیر میرا ہے سب سے بالا ہے محمود ولی کی جان
یا رب مشکل کریں آسان

شیخ عبدالقدوس قطب گنگوھی زیب فقر دی جستوں ہوئی
اُن جیا کوئی ہور نہ کوئی برکت ان کی امن امان
یا رب مشکل کریں آسان

شیخ محمد عارف عالی جن کے در پر بہت سوالی
آوے خلق مراداں والی پاوے آسانی کل جہاں
یا رب مشکل کریں آسان

حضرت ردولوی عبدالحق قطب العالم ذرالحق
شرف اُن کا ہے عارف خلق سب ولیاں پر رہبر جان
یا رب مشکل کریں آسان

احمد عبدالحق مخدوم جن کے در پر خلق ، ہجوم
شکر اُن کا ہے ہر یوم نعمت پاوے کل جہان
یا رب مشکل کریں آسان

پانی پت کے شاہِ جلال دین دنی جن کیا کمال
در اُن کے پر کراں سوال سارا اپنا حال بیان
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ شمس الدین شاہ جگت کا ترکث ولائت پانی پت کا
پیر نہیں کوئی اِن کے گت کا سب ولیاں وچ رہبر جان
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ شاہ مخدوم علاؤالدین احمد صابر علی یقیناً
صاف کرو اب میرا سینہ بخشو قطرہ نور ایمان
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ شیخ فرید خدا کا پیارا فضل کیا رب ان پر بھارا
در پر ڈھکے عالم سارا چم چم خاک ہوواں قربان
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ قطب الدین کاکی بختیار فضل کیا رب ان پر وافر
سب قطبوں کے ہیں وہ سرور رحمت رب دی اُن پر جان
یا رب مشکل کریں آسان

سب پیرا دا پیر ہے چشتی حضرت خواجہ معین الدین بہشتی
بنے لاؤ میری کشتی آپ ہیں سب کے کشتی گہران
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ رحمت عثمان ہارونی کو رب نواز یا پیر دھنی کو
فیض پہچاون خلاق گھنی کو ہیں وہ سب کے فیض رساں
یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ حاجی پاک شریف	زندنی کا شہر لطیف
مجھ سے نہ ہوئی تعریف	صفت ان کی کیا کراں بیان

یا رب مشکل کریں آسان

حضرت خواجہ جی مودود	کرو شتاب میرا مقصود
دیو دیوار کرو خوشنود	مدد وقت نزع دے جان

یا رب مشکل کریں آسان

حضرت خواجہ یوسف نصیرالدین	خواجہ چشتی اہلِ یقین
مدد کرنی یوم الدین	روز حشر دا اوکھا جان

یا رب مشکل کریں آسان

حضرت خواجہ ابو محمد حاجی	در تیرے پر نوبت باجی
دین نبی کا اُن سے گاجے	راہِ فقر جن کیا بیان

یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ ابو ابدال معظم	جس نوں رب نے کیا مکرم
ہیں وچہ شوق ایناندے خرم	ان پر جان کراں قربان

یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ ابواسحٰق مشائخ شامی	چشتیاں دے وچہ آپ ہو نامی
در تیرے پر کروں غلامی	کر کے کرم دلاؤں دان

یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ ممشاد دھنوری پیر	یاد آویں وچہ اوکھی بھیڑ
معاف کرو میری کل تقصیر	بخشو قطرہ نور ایمان

یا رب مشکل کریں آسان

حضرت خواجہ پیر ، سیرہ	یاد کراں میں سنجھو سویرا
کام میرے وچہ لاؤ نہ دیر	بصرہ تیرا خاص مکان

یا رب مشکل کریں آسان

حضرت خواجہ حذیفہ پیر ہمارا	جس نوں جانے عالم سارا
ہے بیچاریاندا اوہ چارہ	اِن پر فضل کیا رحمان

یا رب مشکل کریں آسان

حضرت خواجہ ابراہیم ادھمیں	آدن یاد ہزاراں کمیں
شاہ غلام ہون بن دمیں	وہ ہیں بلخی دے سلطان

یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ فیض عیاض مراتب ہماری	سب ولیاں سران پر دھاری
خادم ان کے رب نوں پیارے	فضل الٰہی دل پر جان

یا رب مشکل کریں آسان

خواجہ عبدالواحد پیر مربی	جس نے پائی وحدت ربی
نام لئے ہے ادبی	لائق میری نہ زبان

یا رب مشکل کریں آسان

صدقہ خواجہ حسن ولی کا	جس نے پایا بھید علی کا
وہ خلیفہ ہے خاص علی کا	بصرہ کا ہے وہ سلطان

یا رب مشکل کریں آسان

شاہ علی پر جندڑی گھولوں	ڈر دا ادبوں مول نہ بولوں
راضی رب ہویا ان کو لوں	خادم ان کا ہے رضوان

یا رب مشکل کریں آسان

یارب برکت تس کلام	بحرمت نبی علیہ اسلام
کرتوں عرضاں قبول غلام	ثابت رکھو نال ایمان

یا رب مشکل کریں آسان

جو کوئی چاہے ہووے بہشتی	یاد کرے اوہ شجرہ چشتی
بنے لگے اوہدی کشتی	روز محشر دے امن امان

یا رب مشکل کریں آسان

جو کوئی چاہے نور بہشت ہمیشہ پڑھے اوہ شجرہ چشت
سلامت ہوسی اوہدا گشت اللہ کا بہشت نشان

یا رب مشکل کریں آسان

بحق لا اله الا الله محمد الرسول الله

اللهم صل علىٰ محمد و علىٰ آل محمد و بارك و سلم

سہ حرفی کے چند اشعار

ت

تیرے کرم نے شرم کمال دیتی صوفی صافی میں کی سد دا لیندا
چک سمجھ نوں سمجھ دے وچہ ماراں کوچے یار دے پھیرا پیوا لیندا
بھلی ہوش تے ہوش نوں ہوش آئی بن دی گل جاں گل گوا لینڈا
عبدالرشید واری چشتی پیرا توں جیدا نفر بھی پیر اکھوا لیندا

ص

صدق دے نال نہ بہہ حاجی مڑ مڑ مکے پھیرے پاوندا اے
کنڈا کھول جناب شتاب دِلدا قلوب المومنین عرش سدواندا اے
مکے گیاں دی ملیا یار نائیں حاجی نام دھرا گھر آوندا اے
عبدالرشید نہ کھلن اسرر مخفی بھاویں لکھ زمزم پیاوندا اے

ظ

ظالم مظلوم توں کہیں کینوں دس ہور کیڑا ایتھے آیا اِی
کِتے چوریاں ٹھگیاں آپ کردا کِتے طالب مطلوب ٹھہرایا اِی
آپے اللہ آپے بندہ بندہ رنگاں رنگاں دے وچہ سمایا اِی
عبدالرشید لگن مٹی اپ کھیڈی اج لجھنے تے چت لایا اِی

ع

علم توحید دا پڑھ ہر دم جے توں اپنا آپ پہچانا ایں
آکھے لگ نہ نفس شیطان موذی جے کر رمز محبوب نوں جھانا ایں
کل روحِ جِن امرِ ربی ایس امر نوں اج خوب جانا ایں
عبدالرشید توحید دا بحر تارو کنڈے یار تنبو تانا ایں

ل

لعل ہے وچہ وجود تیرے کی لبداں ایں شہر بازار اندر
نوری اکھ کھلا کے دیکھ دلبر ماہی لبھ تہ بجر بیقرار اندر
واہ واہ عقل تیری لبھیں شکل باہر ماہی وسدا ہر اسرار اندر
عبدالرشید توں نفی نوں نفی کر کے ملے اندرے پیر دلدار اندر

م

مکھ محبوب دا جیکر نہ دیکھیں تیرے حج دا کجھ نہیں حج پیارے
المومن مرۃ المومن ہے قول نبی ہوندی شیشے نوں شیشے دی لج پیارے
قول یار دا یار نوں سٹ مارے نبی جہیا نیں کوئی حج پیارے
عبدالرشید شدید گنہا گار تائیں آقا کملی ہیٹھ لیں کج پیارے

ہ

ہارنا کم ہے بہت چنگا اساں ہار کے بازی نوں جتنا ہے
سداں ایس مقام فناہ اندر کسے مرد ہی پیر نوں چکنا ہے
عاشق ہار کے رمز محبوب پاون ہار پار سب ایتھوں سکھنا ہے
عبدالرشید توں ہار کے پا لئے بناں ہار توں ہار نہ لبھنا ہے

ی

یاد کرنا ہے سچے رب تائیں پھر نبی دا ہو غلام جاویں
ہتھ دے کے مرشد دے وچہ ہتھاں پیندا رحمتی جام انعام پاویں
وہم خودی نوں مار تباہ کرنا بن کے رہبر توں دیندا پیغام جاویں
عبدالرشید قادری چشتی اُتے پڑھدا لکھ درود سلام جاویں

ے

یاد محبوب دے وچ اساں سی حرفی دا جوڑ بنا دتا
اٹھی ٹھاٹھ سی میرے وجود اندر اپنے شوق دا جوڑ بنا دتا
مینوں نہیں سی سمجھ ایہ لکھن جوگی میراں غوث نے آن جگا دتا
عبدالرشید توں بیٹھ جا وچ گوشے چشتی صابری پیر بنا دتا

خادم الفقراء خلیفہ

صوفی عبدالرشید چشتی صابری

چک نمبر 365

صاحبزادہ خلیفہ محمد سلیم

چک نمبر 365 گگو ضلع وہاڑی

مداح میراں جی کی شان میں

دو جگ میں دستگیری سے کرو تم پار میراں جی
جہنم کی خلاصی کے تمہیں ہو غمخوار میراں جی

سر اسر غرق بدیاں ہوں نہیں کچھ سوجا مجھ کو
بدل امید بخشش در آیا ہوں تجھ دربار میراں جی

مجھے اس نفس کافر سے بچاؤ مہربانی سے
کہ اس کے مکر سے ہوا ہوں بس لاچار میراں جی

جیوا تے ہوئے دِل کو تم اپنی ایک نظر سے
مثال عیسےٰ حق ہے تیری گفتار میراں جی

شفا پاتا ہے سب دکھ اسی لحظہ اسی پل میں
کہ جب پہنچتا ہے تجھ دربار پر بیمار میراں جی

خوائے کرم اپنے سو تمہیں شاہ بھیکھ بخشا نام
گدا اور شاہ تجھ در کے ہیں مانگن ہار میراے جی

خزانہ گنج مخفی کے ہو تم مالک خدا حاضر
قضا حاجات خلقت کے ہوئے مختار میراں جی

بوڑتے ہو ہر مشکل جو ہو مشکل کشا سب کے
نہیں ثانی تیرے کوئی دریں اعتبار میراں جی

تصدق پیر اسی کا جو اس کا نام شاہ معالیٰ
میری اس بے کسی پر کر نظر یک بار میراں جی

کہاتا ہوں تیرے دربار کا سگ روز اول سوں
نہ کر یو روز آخر میں بہر خوار میراں جی

نظر آتا نہیں تم سا کوئی جگ میں میرے والی
ہمن سے پُر گناہوں کا بنا ہن بھار میراں جی

قطب ہو، غوث ہو، بدال ہو اور اوتادِ حق ہو
تم اولیاء کے ہو تم سردار میراں جی

کرامت میں اگر کوئی تمہارے لادے شبہ شک
ہو وے مردود رہِ حق پھرے جگ خوار میراں جی

درازی تیرے ہاتھوں کی صفت کیا ہو سکے مجھ سے
غرق ہوئے جہازوں کو کرو تم پار میراں جی

علیم اللہ کی نعمت کو جو ڈالا ہاتھ شامی نے
تین عظمت سوں جھڑک ڈالا تھپڑ مار میرا جی

مسلمانوں کی کیا گنتی، لیکن سینکڑوں ہندو
تیری محبت سے ہوئے ہیں صاحب و سرار میراں جی

کہ جیسے خواجہ عبداللہ جو اول سخت ہندو تھا
نظر سوں سرسری تیری گھر بار میراں جی

سنڈاسی گر کے مرنے سے لگا پھرنے فقیروں میں
پڑا جب آقدم تیرے کھلیں اسرار میراں جی

وہ ادنیٰ سے ہوئے اعلیٰ جو تیرے قدم آ لگے
بشل روشن الدولہ کے لئے اظہار میراں جی

گئے تھے کھانے دعوت کو وہاں دیکھا مویا لڑکا
کہا تھا اُٹھ لڑکے ہوا جاندار میراں جی

بھکاری تیرے در کے ہیں ہزاروں جن و انسان
تیرا ہی نام جپتے ہیں پڑے دربار میراں جی

بیان تیری کرامت کا زباں کچھ کہہ نہیں سکتی
غرض ہیں مظہر قدرت کرتار میراں جی

بہے جاتی ہے کشتی دِل میرے کی بحر عصیاں میں
طفیل ابو المعالی پیر یعنی سار میراں جی

فیض میں ہو گی آخر تمامی عمر افسوس
نہ دیکھ ایک دم جو وطن کا دیدار میراں جی

نہ پائی عشق کی لذت نہ پائی عاشقی مجھ میں
کئے ہر چند میں افکار و اذکار میراں جی

کوئی چھپ چھپ کے دیتا ہے دکانیں کھول کر سودا
تیری توحید بکتی ہے سرِ بازار میراں جے

کوئی مسجد میں جاتا ہے کوئی جاتا ہے مندر میں
تیرے دیوانے کو کافی تیرا دیدار میراں جی

کیا ہوگا زباں سے کہ جس کا ہو کوئی جگ میں
پڑے تب بھیڑ اس پر ہوئے سار میراں جی

غرق دریائے حسرت ہوں پڑی ہے اب بھیڑ مجھ پر
اب ایسے مشکل وقت میں تمہیں ہو یار میراں جی

یہ جب لگ دھڑ اوپر سر ہے تیرا در ہے میرا سر ہے
پھر آگے لاج تم پر ہی جو ہو مختار میراں جی

یقیں شامت ہو جرم میرے کے ہوا جو کچھ ہوا
کرم سے اب شفاعت سے کرو تم پار میراں جی

میں سنتا ہوں کہ تم دیتے ہو نعمت عاصیوں کو
کیوں اتنی میری قسمت کو ہے لائی بار میراں جی

نہیں آسان امید اُن میں ہوئی آخر عمر ساری
کہ اب کر دیتے ہیں رحمت سے بیڑا پار میراں جی

عجب ہے تم جیسے شاہوں کا گدا جگ میں رہے محروم
تیری نعمت سوں خالی پھرے لاچار میراں جی

مراد اپنی گر پاؤ کرم تیرے سے دنیا میں
کروں میں جان اپنی تمھیں پہ وار میرا جی

یہی وقت زمانہ پھر میں دیکھوں اپنی آنکھوں سے
کہ تیرا فیض خلقت میں ہوا اظہار میراں جی

پلاؤ مجھ کو لبالب پیالہ مئے محبت کا
کہ ہوں تشنہ محبت کا میری سرکار میراں جی

عرض میری جناب پاک قبول کر پیر ملک
کہ اپنا راکھیو کر کے سراجن ہار میراں جی

نہ ہوئے بے دل تو اے حافظ ہر دو عالم سے
ہوا ہے صدق و دِل سے جب سگِ دربار میراں جی

بحق لا اله الا الله محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم

یااللہ بھیک ۔یا حبیب بھیک"

یا بھیک" حق حق

اول مخدوم صاجزادہ

سجادہ نشین حضرت خواجہ میاں اصغر علی صابری

اُوچ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسم پاک سیّد میراں بھیکھؒ

قطب المشائخین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المحققین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المقدمین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المؤخرین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الموحدین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المشاہدین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المتقین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الکرمین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المقربین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المعززین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المجتہدین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المحدثین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المفسرین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المتکلمین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المترجمین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المصدقین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المعظمین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الجدین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الحامدین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المجاہدین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المخلصین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المرتاخین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المجوبین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المعشوقین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الساکین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب السلاطین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المکترین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الملاین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المسکین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المتوکلین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المومنین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المسلمین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب المقبولین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المفاخرین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المہاجرین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المطالعین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المشتاقین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المستغیثین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المستقرین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المغفورین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المتقین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب المغفورین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب المشرقین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الکاملین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب العالمین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب العارفین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الحامدین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الشاہدین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب السالکین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الشاہدین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الشاکرین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الصالحین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الفاتحین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب العالمین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الطاہرین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الاولین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الاخرین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الظاہرین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الہاطنین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الغاضلین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الذاکرین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الشاغلین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الراشدین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب القائمین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الصائمین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الراکعین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الساجدین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الصابرین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب العاشقین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الشارعین سیّد حبیب بھیکؒ
قطب الواعظین سیّد حبیب بھیکؒ — قطب الواصلین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الخاشعین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب انی ضعین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الساعلین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب التارکین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الناصرین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب الناظرین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الراحمین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب الشافعین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الحاذطین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب الطالبین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الحاکمین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب التابین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الوارثین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب النافصین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الاکملین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب الاکرامین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الافضلین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب الاسعدین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الاشجعین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب الاحمدین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الارحمین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب الاقربین سیّد حبیب بھیکؒ

قطب الاقبلین سیّد حبیب بھیکؒ　　قطب الدین ودنیا سیّد حبیب بھیکؒ

بحق لا اله الله محمد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

99 اسم پاک
میراں سیّد بھیکھؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

بیان در حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احدیث ہے ذات الہہ　　وحدت سما ہے نام خدا

مبہم، مجمل وحدت کوں جان　　تعین اول نام پہچان

ذات احمدؐ کی بوجھہ خدا　　ایسا بھید ہمن سیں پاؤ

باطن ظاہر علم وجود　　اول آخر نور شہود

ہو برزخ سوں کیا نمود　　سبھہ علم کا جو ہے بود

سٔون اسماء صفت جمالی　　کیا جمالی کیا جلالی

برزخ کبرا جان تمام　　بوجھہ حقیقت احمدؐ نام

احد محمدؐ جانو ایک　　سمجھ لیو اور بوجھو نیک

اصل حقیقت احمد جان　　بالکل جس سے ہو یا عیاں

نور وجودی نور وجود　　حق آئینہ ہو مشہود

جے وہ نور وجود نہ ہوتا　　کوئی نقش نہ ظاہر ہوتا

وہی آپ نہ دو سر جانو　　سَرب روپ احمدؐ بکھانو

اوہنگ بہو رہوہ ہو آیا　　نور محمدؐ جس کے جہایا

تار پوت کا تانا تنیا　　نور نبی سیں سبھہ کچھ بنیا

برزخ کبرا احمدؐ کا نام　　اس پر سبھی درود سلام

اول آخر نور قدیم　　ہے وہ احمدؐ لا بالیم

انا عرب بلاعین بتایا　　آپ ہے رب عرب ہو آیا

گنزاً کنور اذاکنز گناتا　　وہ پاک احمد کے ذاتا

وحدت اسم الاعظم جان ——— حقیقت محمدیؐ ہوئی عیان
اسم العظم کے معنے جان ——— جامع مطلق سمجھہ پہچان
سمجھہ بوجھہ کر سنیو بات ——— ہے وہ کل کل اس کی ذات
اسم العظم جان تمام ——— ہمہ اوست ہے اس نام
کیا تنزیہہ تشبیہہ پیارے ——— ہے وہ اپے ہر ہر جارے
آپ شہادت اپے غیب ——— ہے وہ یقین بلاریب
اسم اعظم اجمال وجود ——— ظاہر باطن ہے موجود
وحدیت اسم العظم جان ——— حقیقت محمدیؐ ہوئے عیان
آدم حقیقی نام اس جانو ——— پاک نبی کا نام پہچانو
عالم مطلق موجود اجمالی ——— موجود اول بہی احمد والی
حق راجم رسولؐ آمین ——— از وحدت باروئے یقین

جس کوتم خدا کر کہتے مولا پاک مجیب
اس کو ہم محمدؐ کہتے حضرت پاک حبیب

خادمِ الفقراء خلیفہ

صوفی عبدالرشید چشتی ، صابری

چک نمبر 365

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

شجرہ شریف چشتیہ، صابریہ، بزبان فارسی

خدا وندا توئی معبودِ عالم ——— خدا وندا توئی مقصودِ عالم
توئی خلاقِ مخلوق اشیاء ——— توئی رازق مرزوق تو احیا
زرحمت یک نگاہِ سوئے ماکن ——— حجابِ خویش دور ازروئے ماکن
دلم راکن زسوزِ عشق بریاں ——— ز آبِ عشق چشم دار بریاں
بہردم رَب اَرنی میکند دل ——— زِزخمِ لن ترانی نیست بیدل
زعشق خود گرم کن سینۂ ما ——— برون کن حرص وحدوکینۂ ما
بشکرِ خود زبانم اُشکردہ ——— بذکرِ خود دل مارہ ظفر دہ
مرا منظور رکن در نظر پیراں ——— خدا یاد رہئے ایشاں بیراں
زنصرت طلالع یا رب چہ نازم ——— کہ نام خواجگاں راشرح دارم
زعشق مرشد خواجہ غلام قادر گرم کش سینہ ما ——— ہرمل گن حسدو کینہ را از سینۂ ما
بحق شاہ جمالدین زنم را شکردہ ——— بذکرِ خود دل مر ظفر دہ
مرا منظور رکن در نظرِ اسحاق پیراں ——— خدایا درہئے ایشا بصراں
زنصرت شاہ الٰہیؒ بخش نازم ——— کہ نام خواجگاں را شرہ دارم
بحق شاہ غلام بھیکھؒ شاہیم ——— بیمک جاوداں بنمائی جاہم
بحرمت خواجہ محمد باقر یا رب ——— زکونین ام بدہ فرمان یا رب
خواجہ محمد فاضل صوفی لامکانی ——— خدا یادہ سرا سرِ معانی
خداوند ندا بحق سیّدؒ حیاتم ——— شراب بیخودی نوشاں ہر دم
خداوندا بحق قطب سیّد بوالمعالی ——— خدایا دِہ جمال لایزالی

خداوندا بحق شیخ داؤد　　مرا در ذات مطلق ساز نابود

خداوندا بحق شیخ صادق　　براہ خویش ناموا دار صادق

بحق بوسعیدؒ ابن نورم　　بروز و شب بدہ ماخرد حضورم

بحق آں نظام الدینؒ بلخی　　دہاضم ساز شیریں وقت تلخی

بحق آں جلال الدینؒ محمود　　خدایا خاتمۂ ما راز محمود

بحق قطب عالم عبدالقدوس　　بعشق خود مرام دار محبوس

بحقِ آں محمد عارفؒ حق　　خدایا کن حجاب ازروئے ماشق

خداوندا بحق عارف ؒ احمدؒ　　مسبب کن دمم از نورِ بیحد

بحق شیخ عبدالحق مخدوم　　نہ سازی از جمال خویش محروم

بحق آں جلال الدینؒ پیرم　　خداوند بکس روشن ضمیرم

خداوندا بحقِ شمس دینم　　بہ سوئے عمل صالح دہ یقینم

بحق آں علاؤ الدینؒ صابر　　خدایا دار در برحالِ صابر

بحق آں فرید الدینؒ شکر گنج　　نگہداری مرا از درد و از رنج

بحق آں فرید الدینؒ مسعود　　نگہداری مرا کید ابلیس مردود

بحق خواجہ قطب الحق والدین　　بدہ رسائی درمقامِ قرب وتمکیں

باک خواجہ معینؒ الدین الٰہی　　بدہ شوقِ جمالِ خود کماہی

خداوندا بحقِ خواجہ عثمانؒ　　دلم معمور کن ا نور ر عرفاں

باآں حاجی شریف خواجہ ما　　برویم باب وصلِ خویش بکشا

خداوندا بحق خواجہ مودود　　برایں مسکیں مکن ابواب مسدود

دلم را صاف کن از کبروان اکین　　بحق خواجہ بن ناصح الدین

خدا وندا باں اسحاق شامی　　بسلک خواجگاں داری مدامی

خداوندا بحق علو ممشادؒ　　بوصلِ خویش مارا ساز دل شاد

بحق آں ہبیرہؒ خواجہ بصر　　خداوندا اماں دہ در دم حشر

خداوندا بحق خواجہ حذیفہؒ مرعش　　خلاصی دہ زدستِ نفس سرکش

بحق خواجہ ابراہیمؒ ادھم　　غمِ خود مونسِ ما ساز ہر دم

بحقِ آں فضیلؒ ے زیبا　　مکن محتاج در دنیا و عقبیٰ

خدا وندا بحق عبدالواحدؒ　　نگہداری مرا ازشر حاسد

خداوندا بحقِ حسن بصری　　بروکن از سرم اوصاف بشری

خداوند بحق شاہ مرداں　　پریشانی دلم را رفع گرداں

خداوندا بحق صاحب سراج　　مکن جز ذات سوئے غیر محتاج

خداوندا بعد و کل ذرہ　　صلوٰۃ از مابر احمد الف مرہ

بحق آل اصحاباں الٰہی　　زدستِ نفس و شیطان رہ رہائی

خداوندا بحقِ خواجگانم　　بگردان از گردہ تائبانم

بحق خواجگانم اہل چشتم　　عفو کن جملہ کردار زشتم

ہمہ ایں خواجگاں رادرجنابت　　شفیع اورد دام باصدنیازت

جز ایں اسماء دیگر حیات ندیدم　　بدرگاہت ہمیں وصیلت گیرندم

تمامی جہاں مارا براری　　بسلک خواجگاں مارا بداری

بسرکن عمردارایں خاندانم　　مشرکن درصفِ ایں خواجگانم

زجا دار وزیرِ الطافِ تو احقر　　سگِ ایں خواجگاں خوانی بمحشر

قبول ازمن کن الٰہی ایں مناجات　　بکن مفتوح ابواب سعادات

ہر کہ خدا اندایں شجرۂ دل افروز　　خدا یاکن بعشق خود دل افروز

خداوندا مصنف شجرہ را بخش نویندہ وہم خوانندہ را بخش
ہر کہ راہ جاوید ابد جنت الماویٰ بہشت ہر زباں باصد خواند شجرہ پیراں چشت

ہر زباں باصد خواند شجرہ پیراں چشت

لااله الا الله محمدرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

چشت اہل بہشت

خداوندا بحق بو محمدؒ مشرکن بیدار محمدؒ
خداوندا بحق خواجہ احمد بریں بیچارہ فرما لطف بیحد

فہرست اِسمائے گرامی شجرہ شریف چشتیہ، صابریہ، بھیکہ

نمبر شمار	نام اِسمائے گرامی	تاریخ وصال	جائے مدفن
1	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
2	حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	نجف اشرف
3	خواجہ حسن بصریؒ	۲ محرم ۱۱۲ھ	بصرہ
4	خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ	۲۷ صفر ۱۷۷ھ	بصرہ
5	خواجہ فضیل بن عیاضؒ	۱۳ ربیع الاول ۱۸۷	مکہ معظمہ
6	سلطان ابراہیم	۲۸ شوال ۲۶۳ھ	شام
7	خواجہ حذیفہؒ	۱۲ شوال ۲۷۶ھ	عراق
8	خواجہ، ہبیرۃ البصریؒ	۱۸ شوال ۲۸۷ھ	بصرہ
9	خواجہ ممشآ دعلوؒ	۱۲ محرم ۲۱۱ھ	قصبہ دینور
10	خواجہ اسحاق چشتیؒ	۱۲ ربیع الثانی ۳۲۰ھ	شہر عکسہ
11	خواجہ ابو احمد ابدالؒ	یکم جمادی الاول ۲۵۵ھ	شہر عکسہ
12	خواجہ محمد چشتیؒ	۱۴ رجب ۴۱۱ھ	شہر عکسہ
13	خواجہ ابو یوسفؒ	۲۶ رجب ۴۵۹ھ	قصبہ چشت
14	خواجہ مودود چشتیؒ	یکم رجب ۵۲۷ھ	قصبہ چشت
15	حضرت خواجہ حاجی شریفؒ	۱۳ رجب ۶۱۲ھ	شہر زندنہ
16	حضرت خواجہ عثمانؒ	۶ شوال ۶۱۷ھ	مکہ معظمہ
17	حضرت معین الدینؒ	۶ رجب ۶۳۳ھ	اجمیر شریف
18	حضرت قطب الدینؒ	۱۴ ربیع الاول ۶۳۲ھ	پورانی دہلی
19	حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ	۵ محرم ۶۷۰ھ	پاکپتن شریف

نمبر شمار	نام اسمائے گرامی	تاریخ وصال	جائے مدفن
20	حضرت خواجہ مخدوم علاؤ الدین صابر	۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ	کلیر شریف
21	حضرت شمس الدینؒ	۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ	پانی پت شریف
22	حضرت جلال الدینؒ	۱۳ ربیع الاول ۸۳۷ھ	ردولی شریف
23	حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ	جمادی الآخر ۸۳۷ھ	ردولی شریف
24	حضرت شیخ عارفؒ	۲۱ شعبان ۸۵۹ھ	ردولی شریف
25	حضرت شیخ محمد بن عارفؒ	۱۷ صفر ۸۹۸ھ	ردولی شریف
26	حضرت عبدالقدوسؒ	۲۳ جمادی الاخر ۹۴۵ھ	گنگوہ شریف
27	حضرت جلال الدینؒ	۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ	تھانیز شریف
28	حضرت نظام الدینؒ	۸ رجب ۱۰۳۵ھ	بلخ بخارہ
29	حضرت ابوسیدؒ	یکم ربیعہ الثانی ۱۰۵۶ھ	بلغ بخارہ
30	حضرت شیخ محمد صادقؒ	۸ محرم ۱۰۵۸ھ	بلخ بخارہ
31	حضرت شاہ داؤدؒ	۵ محرم ۱۰۹۵ھ	گنگوہ شریف
32	حضرت ابو المعالی شاہؒ	۸ ربیع الاول ۱۱۱۶ھ	اینٹھ شریف
33	حضرت خواجہ سید میراں بھیکھ	۵ رمضان ۱۳۱ھ	گھڑام شریف
34	حضرت شاہ امان اللہ شاہ سجادہ نشین	۱۳ شعبان ۱۱۰۲ھ	گھڑام شریف
35	حضرت محمد حیات شاہ سجادہ نشین	۲۴ جمادی الاول ۱۱۷۹ھ	گھڑام شریف
36	حضرت محمد شاہ فاضل سجادہ نشین	۲۸ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ	گھڑام شریف
37	حضرت محمد باقر شاہ سجادہ نشین	۱۹ شعبان ۱۲۱۸ھ	گھڑام شریف
38	حضرت غلام بھیکھ شاہ سجادہ نشین	۱۷ ذی الحجہ ۱۲۸۳ھ	گھڑام شریف
39	حضرت الٰہی بخش شاہ سجادہ نشین	۲۳ رمضان ۱۲۲۷ھ	گھڑام شریف
40	حضرت محمد اسحٰق سجادہ نشین	۲۳ رمضان ۱۲۲۷ھ	گھڑام شریف

نمبر شمار	نام اسمائے گرامی	تاریخ وصال	جائے مدفن
41	حضرت خواجہ سیدنا محمد جمال حسن شاہؒ	۱۷ صفر 1952ء	مراد آباد مظفر گڑھ
42	حضرت خواجہ میاں غلام قادر چشتی	حیات ہیں	اُوچ شریف
43	سجادہ نشین میاں اصغر علی	حیات ہیں	اُوچ شریف
44	خادم فقراء خلیفہ صوفی عبدالرشید	۲۶ جولائی ۱۹۸۴ء	چک نمبر ۳۶۵
45	خادم الفقراء خلیفہ محمد شفیع	" "	چک نمبر ۳۶۵
46	خادم الفقراء خلیفہ رحمت علی نمبردار	" "	چک نمبر ۱۷۱

یہ چار خلیفہ حضرت خواجہ میاں غلام قادرؒ کے ہیں

سیّدنا حضرت علی علیہ السلام

کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں

نمبر شمار	صاحبزاداؤں کے نام	نمبر شمار	صاحبزادیوں کے نام
۱	حضرت امام حسنؑ	۱	حنیفہ بی بی
۲	حضرت امام حسینؑ	۲	کبرا اکرام
۳	حضرت محمد حنیفہؒ	۳	اُمِ کلثوم بی بی
۴	حضرت عمرؓ	۴	حمانہ بی بی
۵	حضرت جعفرؓ	۵	رقیہ بی بی
۶	حضرت عثمانؓ	۶	زینب بی بی
۷	حضرت عنےؓ	۷	زینب الصدر
۸	حضرت عباسؓ	۸	فاطمہ بی بی
۹	حضرت عبداللہؓ	۹	ام سلمہ بی بی
۱۰	حضرت علی عمرؓ	۱۰	ام کلثوم بی بی
۱۱	حضرت زیدؓ	۱۱	رقیہ کبرا بی بی
۱۲	حضرت عونؓ	۱۲	رقیہ بی بی
۱۳	حضرت عثمانؓ	۱۳	میمونہ بی بی
۱۴	حضرت محسنؓ	۱۴	زینب البرا بی بی
۱۵	حضرت یحییٰؓ	۱۵	ام الحسن بی بی
۱۶	حضرت امام محسنؓ	۱۶	ام جعفر بی بی
۱۷	حضرت محمد اکبرؓ		
۱۸	حضرت محمد حنیفہؒ		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در بیان الصوفی لا حدیث

میران شاہ بھیکھؒ

صوفی کا نہیں مذہب کوئی — دین و مذہب ہے اس کو دھوئی
نا ہم شیعہ نا ہم سنی — نا ہم بولیں نا ہم منی
ہم ہی کے جائے ہمارے — جیسے ذات صاحب کے سارے
نا ہم ہندو مسلم بہئے — جیسے سی ہم تیسے رہئے
درجن سرجن ہمرا نہ ہیں کو — ہر ہر سو ہر جن ہو
ناکو نہاتا اے بالک — ہم ہر کے ہر ہمرا مالک
ہم سادھو ہو نہیں کوئیے — جو ہر جا پے ہمرا سوئیے
دین دونی سے ہوئے باہر — تب جَن حق کا ہوئے ماہر
دین دھنے کا بہرم پہیو لاوے — تب وہ حق کوں بالکل پاوے
یعنی سینہ کر کے چاک — دل اپنے کوں کریو پاک
دین دونی سے بہرا آوے اُوے — یعنی دوجا اور نہ کوئی پاوے
فقیر اللہ کا نام دہاوے — ہو بن اور نہ اس کو بہائے
فقیر اللہ نہ سنی نا ہے شعیہ — ہو بن اور نہ اس کو بہائے
صوفی سوجن سن کوں جاتا — صافی ہو اس سن پہچاتا
کوہ بن صوفی کیسا ہوئے — صوفی سوجو سُن میں سوئیے
فقیر کوں جانو فانی فا اللہ — اتم فقیر کا باقی بااللہ

کل موں کل کوں مار کے ذات کل کی ہو
سدا سُن میں سور ہیں صوفی صافی ہو

(ایضاً میراں شاہ بھیکھؒ)

ہر ہر کام ہم دیویں ہو کا   ہم کافری کافر لوکا
حق نے ہم کوں کافر کہنا   گویت بھید ہمیں کو دینا
سن مسن میں جا سماوے   تب صوفی کافر کہاوے
ایمان اپنے کو جب وہ کھوئے   جامع مطلق تب وہ ہوئے
کفر ایمان ہیں ایک وطن کے   ایک وطن کے ایک وطن کے
ذات حق میں غوطہ مارے   تب وہ ہوئے کافر پیارے
ایمان ولی کا عین وصل ہے   اکا اکمل اصل العصل ہے
ایمان جمالی کفر جلالی اے   ان کے نیارے نیرے چالے
ماسوائے اللہ ہے ایمان   یعنی غیب الغیب پہچانا
لیکن کافر ہے محمد   ناکافر مد موم مردود
صوفی سدا سمادہ لگاوے   جائے سُن ذات کہاوے

صوفی صافی ہو رہے سادہ سمادہ لگا
مہاں سُن میں جائیکے حق رہے سما

(بیان حقیقت مرتبہ غیب الغیب گوید)

ہو ہو ہے غیب الغیب   ہے وہ غیب یقین لاریب
نا اس کا کچھ نام نشان   ناکہیں اللہ سبحان
مہاں سُن غیب الغیب   ہے بیشک یقین بلاریب
عقل فکر سے ہے وہ نیارا   جھوں کا تیوں ہے اپر اپارہ

ہو ہو ہو کا رنگ نہ روپانہ کچھ نام نشان رہے
مہاں سُن غیب الغیب نا اللہ سبحان رہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(بیان حفظ مراتب گویند)

میراں شاہ بھیکھؒ

معنے اسم صفت کے جانو بوجھو بھید اور سر پہچانو
اسم مسمی جانو میت سجھہ بوجھہ کر پھر ہو چیت
ہر ایک اسم کے شان پہچان لازم حفظ مراتب جان
جس نے حفظ مراتب کھویا حق کر جانو ملحد ہویا
جس نے حق کوں سمجھ پہچانا حفظ مراتب لازم جانا
میں کیا کہتا ہوں دیوانہ سنکر طلالب کر خوشیانہ
فرق اور جمع کوں جان ہنجار ان دونوں میں فرق بچار
گُر سے بوجھہ منزہ ذات نا ہو کافر ناکم ذات
ست گُر سیں یہ بھید پہچان نا ہو من مورکھ بے ایمان
بہی تسبیہہ کوں خوف پہچان پھر دونوں کو ایک لے جان
ایک ہی ایک ہے۔ ایکھی ایک سجھہ لیو اور بوجھیو نیک
آپ ہی عابد ہے۔ معبود آپ ہی ساجد ہے۔ مسجود
گاہے عاشق گہہ معشوق گاہے سابق گہہ مسبوق
کہیں لاحق کہیں مدارس جان اس مظہر کو خوب پہچان
جان بوجھہ اور سجھہ بیچار بندے کے ہے طلاعت کار
عبادت کریو رات اور دِن اور نہ پوجھو منزل من

موافق شرع عبادت کرو قدم راہ شریعت دہرو
نائیں جس پر شرع گواہ اسکوں جانو تم گمراہ
یعنی پیچ کتاب مبین شرع کوں کہیا نور امین
نور محمد شرع ودود جس کوں حاصل ناہہ مردود
خلاف شرع کا جس میں ہوئے اُوس پر حق نہ راحق ہوئے
خلاف شرع کا جس نے کیتا چھوڑ اُمرت اُس نے دسکھ پیتا
غیر شرع کوں جانو کافر لعنت حق کی اوس پر وافر
شرع نبی کی ہے توحید یعنے ایک ہے، ذات مجید
شرع نبی کی جو کو پادے ایک کہی اور ایک اکہادے
شرع میں اس کو مشرک کہتے مشرک ہو نرک میں رہتے
مشرک سو جو دوجا جانے یعنے کل کوں حق نہ جانے

بچ طریقت فقر دے اِس بھید سر پیچا نورے
کفر اسلام ایمان کوں ایکھی سب جانورے

اُوچ شریف شیخ المشیخ قبلہ عالم

حضرت خواجہ **میاں غلام قادر** روشن ضمیر صابری

پیرومُرشد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(دربیان موتو قبل انت موتو)

میراںؒ شاہ بھیکھؒ

تسلیم رضا ہو اول یار — تاہیں پاویں حق کی رار
دُکھ درد نہ رہے کوئی — ہونی ہوہ سیو ہوئے سوئی
چار موت کو خوب پہچان — اپنے اوپر لازم جان
موت اسود اور موت ہے سرخ احمر — موت ابیض اور موت ہے اخضر
جو کہ ان پر ثابت ہوئے — خودی تکبر من سیں دھوئے
جو اگھے سبہ کے جر لے — مرنے سے اگھے مرے
مرنے کوں ختم حق کا جانو — اِس بھید اُس چال پہچانو
چار عناصر کا ہے بندا — امر الٰہی جس میں بھیندا
بیچ باؤ اور مائی بانی — ہیں وہ چار یہیں میری جانی
آگ میں آگ کو چاہے ملاوے — اور پھن خاک میں خاک ملاوے
پانی میں چک پانی پاؤ — اور اہتھ باد میں باد لاؤ
ان چاروں کوں اسبھد مار — دیکھ اپنے میں سمجھ بیچار
باقی کون ہے۔ میرے بھائی — پاک روح ہے۔ امر الٰہی
روح کوں روح میں جائے ملائے — پھر اس روح کو روح میں پائے
کل شے پر جمع سمجھ پہچان — اپنے اصلہ کے سر کوں جان
موتو قبل انت موتو بھیا — ہو فانی وہ باقی رہیا

کیمیا گر مس سے کرتا ہے چاندی یا طلا
فقیر ہے اکسیر اعظم خاک سے کرتا خدا

(دربیان بیکار دماغ)

میراں شاہ بھیکھؒ

کام کرو دہ لوبھہ موہ ہنکار — ہیں یہہ ساد ہو پانچ بیکار
کام کرو دہ جب مار گوا دے — تب وہ ساد ہو ساد کہاوے
لوبھہ موہ بیکار بھولا دے — چوتھی بدکوں تب وہ پاوے
ایماں اپنے کوں جس نے کھویا — سوجن جانو ساد ہو ہویا
گیان معرفت ہے اس کا نام — جس سیں پاوے مکت تمام
پانچ مار کر رہے اکیلا — ست گُر کاتب ہوئے چیلا

پانچ مار پچیس کو مارے کر کر جگت کہان
ست گُو سیں سبھ پائیں پرم بھکت پھگوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(قول میراں شاہ بھیکھؒ)

ارے بہد ندو نہ پڑ پڑ گز خلل میں   پڑا ہے کیا کتابوں کے شغل میں

نہ آوے رمز حق تیری عقل میں   مگر لیا ویں کہا میرا عمل میں

خدا کی دید کی ہے گر چاہ دل میں   دکھاۓ تجھ کو ذات اللہ کی پل میں

خدا اگرچہ ظاہر جزو کل میں   وہی تو حق حق تیری اصل میں

مثل چوں برف میل ہے برف دل میں   و فی انفسکم پکارا حق ازل میں

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا جکل میں

کھلایا رو جو ہم پرجلوہ ذات   ہوا وارد تحیر کا مکامات

وہاں دیکھا عجب عالم خیالات   نہ کوئی روپ شش جہت نہ ظلمات

نہ حیوان و جمادات و نباتات   پکاروں کیا یہ کچھ کہنے کی ہی ہے بات

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

سدورت کو [illegible] اپنے سے بدر کر   کہ پھر تو پیش پس اپنے نظر کر

کھڑا ہٹی یا ہیں باہر اور بھیتر   نگہ کر اپنے پھر نیچے اور اُوپر

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

غرض تو ہر طرف یہہ کر تصور   خدا کی ذات کو لے دیکھ آخر

گواہی قسم وجہ اللہ ہے مقرر   کھولینگے اُس کے معنے تب معزز

ذرہ تک اپنے دل میں کر تفکر   عیاں کو کیا بیاں اللہ اکبر

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

یہی قرآن میں ہے ذکر بالکل   پڑ رہا ہو گا سنا ہو گا اے غافل

کہا حق نے کہ میں آخر ہوں اول   بہ باطن مجمل وظاہر مفصل

کہ میرا بھیست ہے تنگی و اُوجہل   جتاوے سوجو ہولے دانائے اکمل

کہا نحن و اقرب سب کو واصل   خدا کی خلق سن سن کے نحافل

مگر ہے موتیا آنکھوں میں نازل   ہو ہیں دیوار سوں اس طور باطل

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

درو دیوار میں چمکے خدا ہے   عیاں کو نین میں یعنی اِلہ ہے

کہا حق نے سبہہ میں میری ذات دا ہے   تُو بہتر اس سے کیا ڈھونڈے گوا ہے

جو بیرنگی میں چھائی آشنائی   تو ہے اس طور چوندریائی ماہی

یہی منصور پر حالت جب آئی   دیکھی چاروں طرف ذات الٰہی

سراسر عقل گھبرا کر گوائی   لگا کہنے انا الحق کی دوہائی

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

وہ ہی فی انفسکم وہی فی آفاق	سمجھ اس رمز کو گر تو ہے مشتاق

یہی کہتے چلے آئے ہیں عشاق	بتی وحدت کی ہو منصب نور اطلاق

طلوع خورشید کا اس کے ہو اشراق	مٹی ظلمت جو آوے نور اطلاق

خلاصی پاوے تب وحشی اطلاق	کہی تب تو منم خود الحق آفاق

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

محیط ذات کا بے انتہا ہے	عمیق طول و عرض و سماء ہے

نہ وار و پار کچھ اُس کی کہا ہے	کہی آخر میاں یہ بات کیا ہے

پیغمبر ماعرفناک بو لیا ہے	کرے جو ہور کیا کوئی بلا ہے

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

طبق چودہ جو اس کا بلبلا ہے	جہاں اُس میں وہ جہاں میں پھر رہا ہے

ہم اُس میں وہ سا ہم میں رہا ہے	عجب سب میں ہے وہ سب سے جدا ہے

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

خدا ہی جان اور سب کو جو تن ہے	یہی توحید ہے سہہ مکرو فن ہے

وہ جان تفسیر پیارے تُو متیں ہے	یہ سوجھا جس نے وہ جگ میں مگن ہے

تیرے کیا گرد دریا موج زن ہے	نمک چوں جل میں آپ تیرے تن ہے

یہی تو مرنے سے آگے مرن ہے	اسی میں رہ تیرا اصلی وطن ہے

وطن تیرا نہ کچھ خوف و حزن ہے	نہ بندہ نہ خدا نہ باپ بن ہے

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

کہ جس شئے کو نہیں بولیں جہاں میں	وہی تو ہے زمین و آسماں میں

یہی ہے ذات حق رگردی نہاں میں	سمجھ لے کوٹ سالی راہِ رضاں میں

اوسی کو دیکھ لے ہر چشم جاں میں	تہاں میں لامکاں میں کیا بستان میں

گر اُن کے ہاتھ سے تو ہوا بسمل	کہ ہو یک لحظہ باجانا نے واصل

غلط بولا تو کیا کون مکان ہیں	وہ سب میں ہے زباں اور درمیاں میں

کھلا تو کہہ چکا ہندی زباں میں	نہ پوچھی تو تو پڑا دھوکھے جہاں میں

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

آیا وا واہ یا حیی قائیم	عجب عجائب سرِ دائیم

سہانا بنا نحن اقرب کا ترانم	جو دیکھا اسے بھی نزدیک باہم

نہ دیکھ حق کو ان انکھوں سے ہر آنم	نہ ہووے جب تلک خاطر فراہم

کہیں ہے حق اِن آن کہاں سے عالم	نہ دیکھا ہے نہ دیکھے کوئی آدم

کہ الحق وہ ہیں ایں چھپیں باہم	خدا جانے بلکہ ہم وہ یا وہی ہم

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

نہ ہووے مدعا تیرا جو حاصل	تو حضرت شاہ محمد غوث سے مل

غمان مت کر جو ہیں وہ پارہ گِل	ہدایت کو کیا حق نے تنزل

کرے پل میں تیری آسان مشکل	کہ مدظل ہے وہ ہی درشان کامل

جو حضرت تک نہ پہونچائے غافل	وہ ہو حافظ ضیاوالدین کے شامل

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں

ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

یہاں حق جس نوں مُرشد نے دکھایا　　ولی شرار کوں جس نے نہ پایا
گیا دو جگ میں لاخوفاً کہا یا　　رہا کونین میں اندہا چوپایا
وہ ہے کس لئے اس جگ میں آیا　　جو کل انعام تھا حق ان کو نہ پایا
عَبث کیوں نام انسان کہایا　　مگر کل ہی ہم واصل ان کو بولایا
یہ حق تھا ہم نے ہی کہہ سنایا　　ڈہنڈورا دید کا گھر گھر بجایا

ارے کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے جنگل میں
ڈھنڈورا شہر میں پیارا بگل میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(ایضاً ارچہ روہا)

حضرت میراںؒ شاہ بھیکھؒ

ذات بحت کوں شنبہ جانو　　وحدت کوں۔ یکشنبہ مانو
دوشنبہ احدیت جان　　اور سہہ شنبہ روح بکان
جمع الجمع کوں جاں اَ دینہ　　نا ہو من مدرکھ اتوہ کمینہ
ان ساتوں کوں سات بکھان　　یعنے اور نے دوسر مان
ان سات کوں جس نے جانا　　تب حق نے حق کو آپ پہچانا
سمجھ بوجھہ کر خوب پہچان　　ان ساتوں کوں ایک ہی جان

مطلق اور جمال تفصیلات ارواح مثال رے
شہادت حسن ارجمع الجمع ان بن اور خیال ہے رے

یا بھیکھؒ شاہ بھیکھؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ سیّد جمال حسن شاہ گیلانی

کا فرمان وقتِ وصال کے

توں تاں بات چلن دی کر رے — اتھے رہنا ناہیں

اَیہ سنسار کنڈیاں دی باڑی — تو سنبھل سنبھل ہب دھر رے

اتھے رہنا ناہیں

الیس گلی میں پانچ چور ہیں — تو انہا ندا کہنا نہ کر رے

اتھے رہنا ناہیں

ساڈھے تن ہتھ زمین ہے تیری — تو اینا نہ ملک نوں مل رے

اتھے رہنا ناہیں

سیّد جمالؒ شاہ فقیر ربانا — جھوٹی دنیا کوڑا بانا

اتھے رہنا ناہیں

تو رب دل چیت نوں دھر رے

اتھے رہنا ناہیں

کوئی بات چلن دی کر رے

اتھے رہنا ناہیں

متابق اِسی کے میرے آقا پیر مُرشد نے بھی لکھی ہے

دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

شمس الفقراء حضرت خواجہ میاں غلام قادر چشتی صابریؒ

کا فرمان اپنے پیرومُرشد کے ہے متابق

کوئی بات چلن دی کر رے — اتھے رہنا ناہیں

ایہہ سنسار کنڈیاندی باڑی — اس نے ساری بات بگاڑی

تو سنبھل سنبھل پَب دھر رے — اتھے رہنا ناہیں

ساڑھے تن ہتھ زمین ہے تیری — جس پر ہووے خاک دی ڈھیری

تو اتنا ملک نال رے — اتھے رہنا ناہیں

عالم فاضل حاکم حُکما — ایہ ہین سارے موت دا لقمہ

تو موتُو قبل دے وچہ مَر رے — اتھے رہنا ناہیں

ورد وظیفے چلے کشیاں — بن مُرشد گل وچ پائیاں رسیاں

اک ذات تصور کر رے — اتھے رہنا ناہیں

تو وچہ ذات دے ہو جا فانی — رہے ہمیشا تیری زندگانی

کوئی دم نا تکبر بھر رے — اتھے رہنا ناہیں

میں تیرے وچ تو میرے وچ — وحدت دے وچ ہوے اک مک

پھر وحدت دا ہوے سَر رے — اتھے رہنا ناہیں

کہے غلام فقیر سائیں دا — ہر دم تیرا دیدار چاہیدا

اِیہ نظر کرم دی کر رے — اتھے رہنا ناہیں

کوئی بات چلن دی کر رے — اتھے رہنا ناہیں

(وحدت کی ایک جھلک)

تُمھارا رخسارِ حق نما ہے	یہ آئینہ ہے ذات حق کا
کہ جس نے دیکھا ہے تم کو صاحب	خدا کا ملنا محال کہا ہے
کہا ہے نَحنُ اَقرب قراں میں	نہ سمجھو اس کو کہ نقاب میں ہے
رکھا نہیں کسی سے پردا	خودی سے تو خود کیسے حجاب میں ہے
وہی ہے اول وہی آخر	وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
ہے ایک نقطہ کہ جس کا مطلب	یہ بیاں ساری کتاب میں ہے

کہیں منگتا کہیں داتا کہیں ٹھاکر کہیں داس

بھیکھاؒ ہر ہر گھٹ میں وس رہیا ہے اُوہ آپر آپاس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(ذکر چار پیر چوداں خاندان)

اول کے پیر حضرت امام حسنؓ ۔ دوم کے پر حضرت امام حسینؓ ۔ سوئم کے پیر حضرت خواجہ کمیل بن زیادؓ۔ چہارم کے پیر حضرت خواجہ حسن بصریؒ یہ چار پیر ہیں اور چوداں خاندان یہ ہیں بعد واصل حضرتِ علی مرتضٰی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے فیض وخرقہ خلافت امیر المومنین حضرت امام حسنؓ سے بھی پوہنچا ہے اور خواجہ حسن بصریؒ سے بھی جاری ہوا ہے جو قبول نظر حضرت علی شیر خداؓ کے متقدائے مشائخ ہوئے اور چوداں خانوادے آپ کے خلفائے میں سے حضرت عبدالواحد بن زیدؒ اور حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ سے بھی جاری ہے۔ یہ دونوں حضرت عبدالوحد بن زیدؒ اور حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے خلیفے ہیں اِن سے چوداں خاندان جاری ہیں وہ یہ ہے ہیں۔ حضرت عبدالوحد بن زیدؒ سے پانچ خانوادے جاری ہیں۔ (۱) زیدیہؒ جو عبداللہ بن زیدؒ سے۔ (۲) عیاضہؒ حضرت فضیل بن عیاضؒ سے ۔ (۳) آدھمیہؒ جو حضرت ابراہیم بن ادھ سے۔ (۴) ہبیر یہؒ جو حضرت ہبیرہ بصریؒ سے۔ (۵) چشتیہؒ جو حضرت خواجہ ابواسحاق چشتی سے جاری ہوا۔

اس کو پانچ چشت کہتے ہیں

اب نو قادر کا ذکر ہوتا ہے (۱) حبیبہؒ جو حبیب عجمیؒ سے۔ (۲) طیفوریہؒ جو حضرت بایزید بسطائیؒ سے آپ خلیفہ حبیب عجمیؒ کے ہیں۔ (۳) کرخیہؒ جو حضرتِ معروف کرخیؒ سے۔ (۴) سقتیہؒ جو حضرتِ خواجہ سری سقطیؒ سے (۵) جنیدیہؒ جو حضرت خواجہ جنید بغدادی سے۔ (۶) گارونیہؒ جو حضرت اسحاق گارونیؒ سے۔ (۷) طرطوسیہؒ جو حضرت ابوعلی فرح وعلاؤ الدین طرطوسیؒ سے۔ (۸) فردوسیہؒ جو حضرتِ نجم الدین فردوسیؒ سے۔ (۹) سہروردیہؒ جو حضرت خواجہ ابونجیب با شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ہیں۔

یہ نو قادر ہیں یہ نو اور پانچ چوداں خانوادے ہوئے ہیں

(سات گروہ یہ ہیں)

(۱) گروہ خواجہ حسن بصریؒ سے جاری ہوا ہے۔ (۲) کمیلیہؒ خواجہ کمیل بن زیاد سے جاری ہوا ہے۔ (۳) اویسیہؒ حضرت اویس قرنیؒ سے جاری ہوا ہے۔ (۴) قلندریہؒ حضرت بدایونی قلندر سے جاری ہوا ہے (۵) سلیمانیہؒ حضرتؓ سلیمان فارسیؓ سے جاری ہوا ہے۔ (۶) مہدیا نقشبندیہ حضرت قاسم بن محمد ابوبکر صدیقؓ سے جاری ہوا ہے (۷) سرّیہ حضرت حسن سری سقطیؒ سے جاری ہوا ہے۔

یہ سات گروہ ہیں جن کا ذکر ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

کرسی نامہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی علیہ وآلہ وسلم اور چار اصحابؓ

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ بن کہافہ بن عامر بن کعب بن سعد بن فہم بن مرہ سے ملتے ہیں شجرہ سے (حضرت) آدم علیہ سے جا ملتا ہے۔ (۲) حضرت عمرؓ بن خطاب بن فضیل بن عبدالعزیز بن فرط بن اَماج بن عبداللہ بن زراح بن اَماج بن عبدی سے ملتے ہیں۔ (۳) حضرتؓ عثمانؓ بن عفان بن الجی العاص بن امیہ بن عبدالسمش بن عبدالمناف سے ملتے ہیں۔ (۴) حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہ بن ابو طالبؓ بن عبدالمطلبؓ بن ہاشمؓ بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن عبدی بن کعب یہاں ملتے ملتے حضرت آدم علی السلام سے جا ملتے ہیں۔

کرسی نامہ چار امام کا یہ ہے

(۱) امام اعظم لقب ہے۔ اسم سے نعمان بن ثابتؓ بن کاؤس فیصل طلاؤس بن ہرمز بن نوشیرواں سے۔ (۲) امام احمد بن حمبل بن حسن بن عبداللہ بن طلاؤس بن عثمان بن نوشیروان سے۔ (۳) امام شافعی بن ثابت بن عبداللہ بن عباسؓ سے۔ (۴) امام مالکؒ بن انس بن مالک سے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(وظائف پنجگانہ نماز)

ہر مرید پر لازم ہے بلکہ ہر انسان پر کہ نماز پنجگانہ اور وظائف کا تارک نہ ہو کیونکہ نماز ہر مسلمان پر فرض ہے نماز پڑھنے سے وجود اور دل کی صفائی ہوتی ہے اور راہِ نجات ہے۔ وظائف یہ ہیں بعد نماز ظہر، ایک تسبیح کلمہ سوئم کی پڑھے اول آخر درود شریف پڑھے۔ بعد نماز عصر ایک تسبیح استغفار کی پڑھے اوآخر درود شریف پڑھے۔ بعد نماز مغرب ایک تسبیح لا الہ الا اللہ الملك المقلمين محمد رسول اللہ حق الامين کی پڑھے اول آخر درود شریف۔ بعد نماز عشاء وتروں سے پہلے ۲۱ بار درود شریف ۳ بار اللہ لا الہ الا ھو پھر ۲۱ بار درود شریف۔ بعد نماز تہجد کلمہ شریف کی ۱۲ تسبیح کرے اول آخر درود شریف پڑھے۔ سو سو بار بعد نماز فجر کی ایک تسبیح یا سمیع۔ یا بصیر۔ یا علیم اول آخر درود شریف پڑھے۔

اپنے پیر مرشد سے اجازت لیں

خادم الفقراء خلیفہ صوفی عبدالرشید چشتی، صابری

بسم اللہ الرحیم الرحیم۔

(وظیفہ نمازِ تہجد)

دو دو نفل کی نیت کرے ہر رکعت میں قل ھو اللہ تین تین مرتبہ پڑھے۔ اسلام پھیرنے کے بعد ۲۱ مرتبہ یا حیی یا قیوم یا ذالجلال والکرام بحق لا اله الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین پڑھ کر ۱۲ رکعت ادا کریں۔ اس کے بعد چار جانب بیٹھ کر درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر کلمہ شریف کا ذکر کرے۔ تین تسبیح لا الہ الا اللہ پھر تین تسبیح الا اللہ پھر تین تسبیح اللہ پھر تین تسبیح اللہ اللہ پھر تین تسبیح ناک سے سانس کے ساتھ کرے اللہ، پھر حس دم کرے اور کانوں میں موم کی بتیاں لگا دے، اُن میں تین تین کالی مرچ ایک ایک لونگ بھی لگا دے اس کے بعد تین تسبیح یا اللہ بھیک" اور تین تسبیح یا حبیب بھیک" اور تین تسبیح یا بھیک" اور تین تسبیح یا پیر اور تین تسبیح یا وھاب پھر سیدھے ہاتھوں سجدے میں جاوے تسبیح سجدہ تین یا پانچ مرتبہ پڑھ کر جسم پر ہاتھ پھیرے اور شجرہ شریف پڑھے، پھر دعا مانگے لیکن بغیر اجازت مرشد کے نہ کرے۔

بسم اللہ الرحیم الرحیم۔

(طریق سلطان الاذکار)

مرید کو چاہئے کہ سر سے قدم تک ہر بن موئے وجود اپنی طرف متوجہ ہو کر ملاحظہ اسم ذات کا کرے اور مرشد بھی تمام وکمال ہمت کے ساتھ تمام اجزائے مرید کی طرف متوجہ ہو اور اِس شغل کو اتنا کرے کہ ہر بن موئے ذکر جاری ہو۔ یہاں تک کہ جو آپ کو غافل کرے ممکن نہ ہو اس جگہ تک اذکار متضمن لطائف ستہ وغیرہ تھے تمام ہوئے بعد ازاں ذکرِ نفی واثبات ارشاد کریں واضح ہو کہ قدیم سے بناء اس طریقہ کی اور کمالات ولایت آگے ذکر نفی و اثبات کا ہے کریں۔

(طریق شغل نفی واثبات)

آنکھوں کو بند کر کے اور زبان کو مضبوط تالو سے لگا کر دم کو ناف کے نیچے سے نکال کر دماغ میں قرار دے اور صرف لا کو ناف سے کھینچ کر ام الدماغ تک پہنچا دے اور اس جگہ سے الہ کو طرف لطیفہ روحی کے نیچے لا کر ضرب الا اللہ کی دل پر مرے اور لا الہ سے نفی ماسوی اللہ تصور کرے اور لفظ الا اللہ سے اثبات ذات بے کیف ملاحظہ کرے۔

بسم اللہ الرحیم الرحیم۔

(طریق ذکر پاس انفاس)

اپنے سانس پر خبردار اور ہوشیار رہے کہ بے ذکر اللہ کوئی دم نہ گزارے۔ ذر خواجہ جلی ہو یا خفی پس ہر سانس کے نکلتے وقت دم کے ساتھ لا الہ اور سانس داخل ہونے کے وقت دم کے ساتھ الا اللہ ہے منہ بند ہو زبان کو حرکت نہ ہو اور نظر ناف پر رہے صرف خیال سے دم کو ذاکر بنائے اور اس کا اجر دیان بستہ سے کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ کو سانس کے ساتھ اوپر کھینچے اور ھو کے ساتھ سانس کو چھوڑ دے اِس ذکر پر خیال اور دھیان سے ایسی کثرت اور مشق کرے کہ دم ذاکر اور متفر بالذکر یعنی سوتے جاگتے اور ہر حال میں ذاکر رہے۔ تا کہ حیات اور پاس انفاس (حفاظت انفاس) حاصل ہو اور دل غیر اللہ کے سوا غیر سے پاک وصاف اور نورانی ہو کر تجلیات غیبی سے مثمر اور بارآور ہو۔

بسم اللہ الرحیم الرحیم۔

(مراقبہ کا بیان)

ابتداء میں تو تکلیف سے ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ ایسا ہوتا جائیگا کہ ایک لحہ بھر اس سے نکل نہ سکے گا۔ مگر یہ رتبہ بتدریج حاصل ہوتا ہے تنگ ہو کر ترک نہ کرے طریقہ مراقبہ یہ ہے کہ نمازی کی طرح سر جھکا کر دوزانو بیٹھے اور دل کو غیر اللہ سے خالی کر کے حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری میں حاضر رکھے اول اعوذ باللہ بسم اللہ پوری پڑھ کر تین بار اللہ حاضری میں خدا کے سامنے حاضر ہو اللہ ناظری اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اللہ معی اللہ میرے ساتھ ہے زبان سے تکرار کر کے مراقب ہو اور اس کے معنے کو دل میں ملحوظ رکھے اور تصور کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حاضر و ناظر میرے پاس ہے اسے جاننے میں اس قدر غور کرے اور مستغرق ہو کر غیر حق کا شعور ہی نہ رہے یہاں تک کہ اپنی خبر بھی نہ رہے اگر ایک لحہ بھی اس سے غافل ہو گا تو مراقبہ نہ رہے گا۔

دوسرا مراقبہ اللہ نور السموات والارض ما یعنی کہ انوار الٰہی ہر زبان ہر مکان میں اس طرح موجود ہیں جیسا کہ اس کی وجود ہستی ہر جگہ ثابت ہے ملاحظہ کرے اور متفرق ہو جائے۔

بسم اللہ الرحیم الرحیم۔

طریق ذکر جہر نفی و اثبات و اسم ذات معہ بارہ

تسبیح کہ معمول حضرات چشتیہ صابریہ کا ہے

بعد نماز تہجد کہ بارہ رکعت ساتھ چھ سلام کے ہیں اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ کے تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں۔ بجزی زاری ہاتھ اٹھا کر اس دعا کو اللهم طهر قلبي عن غيرك و نور قلبي بنور معرفتك ابدا يا الله يا الله يا الله بحضور قلب تین بار یا پانچ یا سات بار پڑھے اور توبہ اور استغفار اور کلمہ بطور غمزدہ پڑھے اور ۲۱ بار الله الذی لا اله الا هو الحيي القيوم و اتوب اليه کہے اس کے بعد یہ درود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھیجے۔ الصلوة والسلام عليك يارسول الله ۔ الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله. الصلوة والسلام عليك يا نبي الله ۔ تین بار بطرق عروج و نزول پڑھے اور جلسہ مربع بیٹھے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور دوسری انگلی سے جو انگوٹھے کے پاس ہے۔ رگِ کیماس کو کہ باطن زانو سے چپ میں رہے۔ مضبوط پکڑے اور پشت سیدھی رکھے اور منہ قبلہ کی طرف لاوے اور دونوں ہاتھ زانو پر رکھے اور انگلی شہادت کو حالت نفی میں اٹھاوی۔ کہ اشارہ او پر فنا غیر کے ہے اور اثبات میں نیچے رکھے۔ کہ اشارہ اوپر ثبوت ہستی مطلوب حقیقی کے لئے۔ اور خاطر کو جمع کرے اور حاضر رکھے اور ذکر کو خوشی آوازی کے ساتھ حرکت اور ہیبت اور تعظیم سے شروع کرے بعد اعوذ اور بسم اللہ بخلوص تمام تین بار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ایک بار کلمہ شہادت پڑھے بعد ازاں سر اوپر زانوں لے چپ کے یہاں تک نیچا کرے کہ پیشانی قریب زانو چپ کے پہنچے اور اس جگہ سے لفظ لا الہ کو شروع کرے اور سر اوپر زانو لے۔ راست کے لاکر دورہ تمام اوپر مونڈے راست کے بھیجا دے اور دم کو اتنا کھینچے کہ ضربت ثلثہ ایک دم میں آویں اور سر اور کمر برابر ہو۔ اور تھوڑا سا سر پشت کی طرف جھکا کر خیال کرے تا کہ میں نے تمام خطرات ماسوا اللہ کو پس پشت ڈالا اور دم

کو چھوڑے۔ اور لفظ الا اللہ کو فضا دل پر کہ صنوبر کے پھول کی مانند پستان چپ کے نیچے بفاصلہ۔ دو انگشت کے واقع ہے زور سے ضرب لگاوے اور خیال کرے کہ عشق اور نہ ...الہٰی نو دل میں لایا ہوں اور حالت نفی میں آنکھ کھلی رکھے اور حالت اثبات میں بند کرے۔ اور یہ نفی اور اثبات فکر ملاحظہ اور واسطہ کے ساتھ بطریق مذکور دو سو مرتبہ کہے اور اس ذکر کو چار ضربی کہتے ہین اور اس میں ۹ بار لا الہ الا اللہ دسویں بار محمد رسول اللہؐ بھی کہہ بعد ازاں بطور سابق تین بار کلمہ طیب کہے۔ مگر مبتدی کلمہ لا الہ الا اللہ میں لا معبود اور متوسط لا مقصود یا لا مطلوب اور منتہی لا موجود اور ہمہ اوست ملاحظہ کرے بعدہٗ لحہ دو لحہ مراقبہ میں جاوے اور خیال کرے کہ فیضان عرش سے میرے سینہ میں آتے ہیں۔ لیکن جاننا چاہئے کہ زانو چپ مقام خطرہ شیطانی کا ہے اور زانوے راست مقام خطرہ نفسانی کا ہے اور دہنا مونڈھا مقام خطرہ ملکی کا ہے اور قلب مقام خطرہ رحمانی کا ہے اور زانوے چپ پر لا الہ سے نفی کرنا خطرہ شیطانی کا اور زانوے راست پر نفیکرنا خطرہ نفسانی کا خیال رہے۔ اور داہنے مونڈے تک اس کے پہونچان میں نفی کرنا خطرہ ملکی کا خیال کرے اور لفظ الا اللہ سے اثبات خطرہ رحمانی کا خیال کرے اور اِن مراتب کو جو زبان مرید کی ہو اسی زبان میں تلقین فرمائے۔

حق عبادت بندگی بھیکھ" ریت من بھول
کرتا بے پردہ ہے کرے نہ کرے قبول

(طریقہ شغل سلطان الاذکار)

سالک حجرہ تنگ و تاریک میں کہ شور و شعب سے دور ہو داخل ہو اور درود شریف اور استغفار اور اعوذ اور بسم اللہ پڑھے اور یہ دعا تین بار حضورِ قلب اور تصور معنی سے تکرار کرے۔ دعا یہ ہے اللھم اعطنی نور وجعل لی نور و اعظم لی نور و جعلنی نورا۔ اس کے بعد بیٹھ کر اپنے بدن کو بے اختیار ڈھیلا چھوڑے اور مثلِ مردہ کے جانے اور سر سے قدم تک ہر موئے تن اپنے سے ساتھ کمال ہمت کے متوجہ ہو جس وقت کہ دم اوپر کو کھینچے اسم ذات یعنی اللہ اور جب باہر کرے ھو خیال کرے یعنی جانے کہ آمد و رفت دم میں ہر بن موئے اللہ ھو جاری ہے اس شغل میں اتنا غرق ہو کہ اپنی تمیز نہ رہے ذکر کرتے کرتے چند عرصہ میں ذکر اللہ ہر بن موئے جاری ہو جاوے اگر کوئی تجلیات آویں مشغول نہ ہویں۔

یہ سب وظائف
پیر و مرشد کی
اجازت سے کریں

بسم اللہ الرحیم الرحیم۔

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کا کلام مبارک پُر مرشد شیخ الاسلام

(۱) من آمدم بہ پیش تو سلطان عاشقاں — ذات تو پست قبلۂ ایمان عاشقاں

(۲) در ہر دو کون جز تو کسے نیست دستگیر — رستم بگیر از کرم اے جانِ عاشقاں

(۳) از ہر طرف نجاکِ درت سر نہادہ ام — یک لحظہ گوزِ تو بر افغانِ عاشقاں

(۴) از خنجر نگاہِ تو مجروح عالمے — شُد نُطقِ رُوح بخش تو دِرمان عاشقاں

(۵) کوئے تو ہست غیرت جنت بصد شرف — حسن و جمال روئے تو بستان عاشقاں

(۶) صابر بخاکِ کوئے تو سر بر نہادہ ست — زاں رُو کہ ہست کوئے تو سامانِ عاشقاں

ترجمہ: (۱) اے حضرت فرید الدین گنج شکر اے عشاقؒ کے بادشاہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔ اس لئے کہ آپ کی ذاتِ گرامی عاشقوں کے لئے قبلۂ کعبہ ہے۔ (۲) اے فرید الدینؒ اے جانِ عاشقاں! خدارا میری دستگیری کیجئے۔ کیونکہ دونوں جہاں میں آپ کے سوا میرا کوئی دستگیر نہیں ہے۔ (۳) میں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر آپ کے درِ دولت پر اپنی جان و تن کو لا گرایا ہے۔ خدارا ایک لمحہ کے لئے عاشقوں کی آہ و بکا اور گریہ و زاری کو سماعت فرمائیے۔ (۴) اے فریدؒ الدین! اے حسن و جمال کے پیکر آپ کی نگاہ کے تلوار سے بے شمار مخلوق مجروح اور نیم بسمل تڑپ رہی۔ ان عاشقانِ دار کے لئے آپ کے روح پرور کلمات ہی جانبخش اور درماں ہیں۔ (۵) اے حضرت گنج شکر۔ آپ کے درد دیوار اور آپ گلی و کوچہ کو جنت الفردوس پر ہزاروں گنا شرف و برتری حاصل ہے۔ آپ کا حسن و جمال اور آپ کا روائے انور عشاق کے لئے جنت اور باغ۔ (۶) اے حضرت فرید الدینؒ گنج شکر مسعود العالمین۔ آپ کے کوچہ کی خاک پاک پر صابرؒ نے اس لئے سر رکھ دیا ہے کہ یہ عاشقوں کے لئے زندگی کا سر و ساماں اور حیات کے لئے سہارا ہے۔

از مخان صابرؒ

(۲)

(۱) من ز سودائے محبت والا و دیوانہ ام — عاشقِ شوریدہ سَر محوِ رُخ جانانہ ام

(۲) قبلہ گو یہم یا پیغمبر یا خدایا مصطفٰے — اِستیلاء شوق بسیار ست من دیوانہ ام

(۳) من بہ قربانت شدم اے ساقی بادہ فروش — از شراب بیخودی لبریز کن پیمانہ ام

(۴) عشق اِیں شوخِ پری رو جانِ صابرؒ سوختہ — من نہ دانم شمع ام یا شمع را پروانہ ام

ترجمہ: (۲) میں اپنے پیر و مرشد کی محبت اور اس کے خیال میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔ میں تو ایک پریشان حال اور پراکندہ خیال اپنے محبوب کے روئے منور کی دید میں محو اور سرمست عاشق ہوں۔ (۲) میں اپنے پیر و مرشد حضور مسعود العالمین گنج شکر کو اپنے لئے قبلہ و کعبہ کہوں یا پیغمبر کہوں اور انہیں خدا کہوں یا رسول خدا محمد مصطفٰے کہوں۔ حضور کی محبت نے مجھ پر شدید غلبہ پالیا ہے اور حضور کی محبت میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔ (۳) اے شرابِ عشق پلانے والے اور اے شرابِ معرفت بیچنے والے محبوب میں تیرے قربان جاؤں خدا را میرے پیالے اور میرے پیالے کو ایسی شرابِ تاب سے پُر کر دے جو مجھے سرمست بیخود اور بدمست کر دے۔ (۴) اُس حسن و جمال کے پیکر کے عشق و محبت نے صابرؒ کی جان کو جلا کر رکھ کر دیا ہے اب مجھے اس امر کی خبر نہیں کہ میں خود شمع ہوں جو اپنے آپ پر جان قربان کر رہا ہوں یا شمع پر جان قربان کرنے والا پروانہ ہوں۔

(ارمغان صابرؒ)

(۳)

(۱) امروز شاہِ شاہاں مہماں شدہ ست مارا — جبرائیل باملائک درباں شدہ ست مارا

(۲) در محفل گدایاں مرسل کجا بہ گنجد — بے برگ و بے ساماں شدہ ست مارا

(۳) در جلوہ وحدت کثرت کجا بہ گنجد — ہر دہ ہزار عالم یکساں شدہ ست مارا

(۴) ما خانۂ جہاں را بسیار سیر کردیم — اے شیخ بُت پرستی ایماں شدہ ست مارا

(۵) احمد بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام ست — ہر دم رضائے جاناں رضوان شدہ ست مارا

ترجمہ: (۱) آج انعامات الٰہی اور کرمہائے ربانی کا کیا خوب موقع ہے کہ حضور سیّد الاولین والاخرین فخر موجودات بادشاہوں کے بادشاہ حبیب کبریاں حضرت محمدؐ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں مہمان اور فردکش ہوئے ہیں اور اُس شہنشاہِ عالی مقام کی آمد پر آپ کے استقبال اور آپ کے خیر مقدم کے لئے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہزار رہا فرشتوں کے ساتھ اس فقیر کی کٹیا پر دربانی کی خدمت میں رہے ہیں۔ (۲) فقراء کی جھونپڑی اور گدایان کی کٹیا میں وہ عظیم المرتبت الوالعزم رسولؐ کیسے نزول اجلال فرما سکتے ہیں اُن کے شایانِ شان ہمارے پاس ہے ہی کیا۔ عجز اور بے سروسامانی کے سوا ہمارے پاس اُن کے لئے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ (۳) وحدت کی جلوہ گاہ میں کثرت کیسے سما سکتی ہے وحدت کا ایسا غلبہ ہے کہ اٹھاراں ہزار عالم ہمارے لئے یکساں ہو چکے ہیں۔ (۴) ہم نے روئے زمیں کی خوب سیر کی ہے اور اس کی خوب چھان بین کی ہے اے ظاہر ہر ہرست واعظم ہمارے لئے تو ایک بُت کی پوجا ہی دین و ایمان بن چکی ہے۔ (۵) اے احمد عاشقانِ الٰہی کے لئے جنت و دوزخ دونوں کی طلب حرام ہے اُنہیں صرف اپنے محبوب کی رضا اور اس کی خوشنودی ہی مطلوب و مقصود ہوتی ہے۔

رقص کے بارہ میں

حضور سلطان الاولیاء حضرت

خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ

کے کلام مبارک سے چند اشعار پیشِ نظر ہے ناظرین کے لئے

(۱) اگر تو عاشقِ مستی بکوئے یار برقص — برقص لیک چو طاؤس ہوشیار برقص

(۲) بود کہ ہر تماشا فتد نظر بر تو — بہ پیش آں بتِ رعنا ہزار بار برقصد

(۳) جو صابر از سرِ سودا بذوق ہر نغمہ — درآ برقص ولیکن بروئے یار رقص

ترجمہ: (۱) اے طالب اگر تو عاشق ہے اور اس عشق میں سرمست ہے تو پھر دوست کے کوچہ میں پہنچ کر رقص کر البتہ مور کی طرح ہوشیار ہو کر رقص کر۔ (۲) ہوسکتا ہے کہ تیرا محبوب تماشائے خیال سے تجھے ایک نظر دیکھ لے۔ اس لئے تو اُس تصویرِ حسن کے سامنے بار بار رقص کر۔ (۳) اے طالب تو صابرؒ کی طرح ہر نغمہ ہر بڑے ذوق وشوق سے رقص کر۔ البتہ اتنی بات کا دھیان رکھ کہ اپنے یار اور اپنے دوست کے سامنے رقص کر۔

کلام حضور شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکرؒ

(۱) من نیم واللہ یاراں من نیم	جانِ جانم سر سرم تن نیم
(۲) نور پاکم آمدہ در مشتِ خاک	کور چشماں راؤ لے روشن نیم
(۳) نور نورم نورِ نورم نور نور	من چراغ و پنبہ و روغن نیم
(۴) من ولیم من علیم من نبی	جسم نیم رستم نیم بہمن نیم
(۵) ایں ہمہ عالم زمن روشن شدہ ست	آفتابم ذرہ روزن نیم
(۶) اوست ابدر سرِ من ظاہر شدہ	من نیم مسعودؒ واللہ من نیم

ترجمہ: (۱) اے دوستو میں ضانی الذات کے مقام پر پہنچ کر باقی باللہ ہو چکا ہوں بخدا میری ہستی کا نام ونشان باقی نہیں ہے یوں سمجھے کہ میں تو جان کی جان اور رازِ الٰہی کا راز ہوں۔ جسم خاکی نہیں ہوں۔ (۲) میرے جسم خاکی میں نور پاک جلوہ گر ہے ولیکن ہزار افسوس کہ بدباطن لوگ میرے انوار کو نہیں دیکھ سکے۔ (۳) میں تو نور ہوں اور نور علیٰ نور ہوں اور نور مطلق ہوں۔ میں چراغ ہوں نہ اُس کے لئے روئی ہوں اور نہ چراغ کا روغن ہوں۔ (۴) میں ولی ہوں میں علی ہوں میں نبی ہوں میں جسم نہیں ہوں رستم نہیں ہوں اور بہمن نہیں ہوں۔ (۵) یہ تمام کائنات میرے ہی نور سے روشن ہوئی ہے میں تو آفتاب تاباں ہوں اور ذرہ بے حقیقت تو نہیں ہوں۔ (۶) وہی ذاتِ بحت میری روح و رواں میں جلوہ گر ہے۔ اے مسعودؒ بخدا میں اُس ذاتِ حق کے سوا کچھ بھی نہیں ہوں۔

یا فریدالحقؒ

اللہ محمد چار یار   حاجی خواجہ قطب فرید

ایک مرید کے قلم سے

سلطان العاشقین، سید العارفین حضرت صوفی عبدالرشید چشتی، صابری

ولادت باسعادت: سبحان اللہ، قربان جاؤں اس پاک گھڑی پر جب کہ ایک عظیم ہستی عالم وجود میں جلوہ گر ہوئی۔ اور وہ دورِ حاضرہ میں صفحہ ہستی پر نورانی آفتاب بن کر رخشندہ آفتاب کی مانند چمک رہی ہے اور اس کی کرنیں نورانیت سے ہزارہا قلوب کو منور کر رہی ہیں اور یہ کرنیں پاک سرزمین کے گوشے گوشے میں پہنچ کر لوگوں کے قلوب کو روشن کر رہی ہیں۔ یہ نورانی آفتاب سبحان پور شریف ضلع جالندھر میں 1935ء کو طلوع ہوا اور جس کی کرنیں حضرت صوفی عبدالرشید کے اسم مبارک سے موسوم ہو کر روئے زمین پر چھا گئیں اور اس طرح عالمِ خلق اس مبارک نام سے شناسا ہوا۔

تحصیل علم وسکونت: جس طرح آدم علیہ السلام کے کوہ طور پر نفل گزارنے سے اُسے متبرک مقام کا شرف حاصل ہو گیا تھا اور خدا تعالیٰ کے رسول مقبول شافی دو جہاں، مالک کون و مکان، سیاح لامکاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوسہ دینے سے پتھر کو حجرِ اسود کا شرف نصیب ہوا۔ اسی طرح آپ نے بھی ریاست کپورتھلہ کو مقام جاوداں عطا فرمایا، وہاں کے درس بجولا شریف میں چراغِ تعلیم سے منور ہوئے۔ ان کی برکت سے بجولا شریف کو خاص مقام حاصل ہوا۔ بجولا شریف میں آپ نے عالی مقام شیخ المشائخ جناب عبدالغفور صاحب سے تعلیم حاصل کی۔ عبدالغفور صاحب اب کمالیہ شریف ضلع فیصل آباد میں غوثیہ مسجد کے صدر ہیں۔ وہاں پر فرزندانِ توحید کو دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ آپ ابھی حصولِ تعلیم کی منزل پر گامزن ہی تھے کہ پاکستان نے اپنی آزاد مملکت کا اعلان کر دیا تو اس طرح آپ نے اپنے پیدائشی وطن کو خیر باد کہہ کر ارضِ پاک میں تشریف لائے۔ مختلف

مقامات پر اپنی کامل نظر ڈالتے ہوئے سفر میں رواں رہے۔ بالآخر چک نمبر 365/EB نزد گگو ضلع وہاڑی میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کی ذاتِ بابرکات سے اب اِسی گاؤں کو سینکڑوں افراد جائے فیض سمجھ کر رجوع کر رہے ہیں جس کے سبب یہی گاؤں اب شہرہ آفاق بن چکا ہے۔

شغلِ مبارک: آپ کچھ عرصہ تو یوں ہی گاؤں میں مقیم رہے مگر بعد میں تجارت کو اپنا شغل بنایا۔ اور آپ نے ایک چھوٹی سی دکان کھولی۔ تو ذات کریم نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے اور تجارت میں خوب نفع ہوا۔ یہ شغل ابھی جاری ہی تھا یعنی ابھی تجارت کا کاروبار شروع ہی تھا کہ ایک ضعیف العمر برگزیدہ ہستی کا دیدار نصیب ہوا۔ اس ہستی کا نام اسم گرامی بابا جھنڈوی شاہؒ تھا۔ اُن کا مزار شریف چک ہذا میں ہی ہے۔ آپ سرکار عاشقِ غفار ہر روز اُن کے ہاں آپ کا ہر روز آنا جانا اور ہم کلام ہونا آپ کی ذاتِ اقدس پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا گیا۔

آپ اس بزرگ کی شیریں زباں اور اسلوبِ خوش بیاں سے اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کا قلب مبارک دنیا کے آرام و آسائش سے اچاٹ ہو گیا۔ دنیا کی رنگینیوں سے رغبت جاتی رہی۔ تعلقات رشتہ داری منعقد ہو گئے۔ تجارت کو بھی الوداع کہہ دیا۔ بس صرف ذاتِ الٰہی کے ذکر اذکار میں مشغول ہو گئے۔ ہر وقت توکلِ خدا کا سہارا پاس رکھتے اور ہر ماہ محبوب سبحانی، قطب ربانی شیخ عبدالقادرؒ کا ختم شریف دلواتے۔ گیارھویں شریف ہر ہر ماہ کسی نہ کسی بزرگ ہستی کو اپنے پاس بلاتے اور اس سے فیضاب ہوتے۔ غرضیکہ آپ نے اذکارِ خداوندی میں انتہائی معوت اختیار کر گئے۔ اور کچھ عرصے کے بعد آپ دیپالپور شریف میں گئے اور سلطان السالکین، منہاج المتقین جناب پیر اصغر علی شاہ کے پاس جا کر شرفِ قدم بوسی حاصل کیا جو کہ غوث پاکؒ کی اولاد سے ہیں۔ پیر اصغر علی شاہ صاحب پیر سلطان پور شریف والے پیر ضیاء الدینؒ کے خلیفہ ہیں۔

رحمت کی ایک جھلک: میں نے ایک دِن اپنے پیرومرشد شمس الفقراء حضرت صوفی عبدالرشید چشتی صابری سے سنا کہ وہ ایک دفعہ رات کے وقت مجددِ عصر پیر ضیاء الدینؒ سلطان پور شریف والے جن کا مزار دیپالپور شریف میں ہے کے خاص حجرے میں بیٹھے ذکر اذکار میں مشغول تھے اور جب نماز تہجد ادا کر چکے تو فی الفور آپ کو نیند آ گئی عین اس وقت خواب میں دیکھا کہ پیر ضیاء الدینؒ صاحب تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے اپنا شفقت کا ہاتھ ان کے سر پر رکھا اور یہ خوشخبری دی کہ اے محبِ الفقراء جا تیرے پاس وہ ہستی آنے والی ہے جس سے تُو فیضِ روحانیت حاصل کرے گا اور تیرا دلی مقصد پورا ہو گا اس کے بعد یہ خوشخبری دے کر پیر ضیاء الدینؒ صاحب تشریف لے گئے اور مجھے فوراً نیند سے بیداری ہوئی اور واپس گھر آ گیا۔ اس واقعہ کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ چک میں ایک عظیم زندہ جاوید ہستی تشریف لائی۔ آپ کو پتہ چلا تو جا کر قدم بوس ہوئے۔ اطمینانِ قلب نصیب ہوا اور آپ نے انہی بزرگ مرشد جنکو حضرت خواجہ میاں غلام قادر علی عفی کے اسم مبارک سے تمام عالم جانتا ہے۔ روحانیت کا فیض حاصل کیا اور بلکہ آپ نے اِن کی ذاتِ اقدس سے روحانیت میں یہاں تک کمال حاصل کیا کہ سلسلہ طریقت بھی انہیں سے جاری ہوا اور آج آپ سے بھی سینکڑوں افراد دستِ بیعت کر چکے ہے اور آپ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔ اور آپ کے پیر مرشد شمس الفقراء حضرت خواجہ میاں غلام قادر زندہؒ جاوید ہیں۔ اُن کا سلسلہ، چشتیہ، صابریہ، بھیکھیہ، جمالیہ، عالیہ سے ملتا ہے۔ اِس لئے آپ صابریہ سلسلے کے مرید ہیں مرید ہونے کے بعد ہی سلسلہ چلتا ہے اور آپ کے پیرومرشد اُوچ شریف میں مقیم ہیں وہاں سے ہی فیض حاصل کیا ہے اور چک ہذا میں عرس مبارک کرواتے ہیں اور عقیدت مند آتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔

وصال صوفی عبدالرشید چشتی صابری 26 جولائی 1984ء

آپ کا مزار اقدس 365 ای بی گگو ضلع وہاڑی میں واقع ہے۔

ہزاروں لوگ فیض حاصل کرتے ہیں

تعاون

رانا محمد طفیل

ریاض حسین شاہ کوٹ

رانا عمر حیات

برادرز صوفی عبدالستار صابری

ذوالفقار صابری

اصغر علی صابری

پرنٹنگ عباد علی شاہ کوٹ

ذوالفقار علی

نوٹ

اس کتاب کی پی ڈی الیف فاعل
قاری محمد عباس نقشبندی
چشتی صابری۔قادری۔سہروردی
نے بتاریخ ۲۱-۲-۱-۵۔ بروز
منگل PM ۴۶-۱۲ کو بنائی ہے۔

۵-۱-۲۰۲۰
۲۰-۰۵-۱۴:۴۲ منگل

مصنف
خلیفہ
صوفی عبدالرشید
چشتی صابری
سجادہ نشین خلیفہ صوفی محمد سلیم صابری
0333-6285081
چک نمبر ۲۶۵ ای بی ڈاک خانہ گگو
تحصیل بورے والا ضلع وہاڑی
نیازی پریس لاہور۔ عباد علی